تذکرہ

نتائج الافکار

تالیف

قدرت اللہ گوپاموی

(تلخیص و ترجمہ)

عطا کاکوی

تذکرہ

نتائج الافکار

تالیف

محمد قدرت اللہ گوپاموی

تلخیص و ترجمہ

(مشتمل بر تراجم شعرائے ریختہ)

مرتبہ

سید شاہ عطاالرحمٰن عطا کاکوی

رئیس ادارہ تحقیقات عربی و فارسی

سنہ ۱۹۶۸ء

۱۳۸۷ھ

ناشر — عظیم الشان بک ڈپو
سلطان گنج پٹنہ

تاریخ اشاعت — فروری ۱۹۶۸ء

تعداد اشاعت — ۵۰۰ (بار اول)

قیمت فی جلد — ~~۱ روپیہ ۵۰ پیسے~~ 1/8)

کاتب — محمد یوسف نشتر داناپوری

مطبع — دی آرٹ پریس سلطان گنج پٹنہ ۶

عرض مرتب

بارہویں صدی کے نصف آخر کے بعد سے جتنے فارسی شعرا کے
تذکرے ہندوستان میں لکھے گئے ان میں ایسے شعرا کی کثرت ہے جو
ذو لسانین تھے یعنی فارسی اور ریختہ دونوں میں داد سخن دیتے تھے۔
انہی تذکروں میں ایک قدرت اللہ قدرت گوپاموی کی تالیف
ہے جس کا نام نتائج الافکار ہے۔ جسکی تالیف کی تکمیل ۱۲۵۷ھ
میں ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جبکہ ریختہ گوئی معراج کمال تک پہنچ
چکی تھی اور فارسی شاعری رو بہ انحطاط تھی۔ مولف کا تعلق زیادہ
تر مدراس سے رہا اور یہ تذکرہ پہلے پہل وہیں سے ۱۲۵۸ھ
میں چھپکر شایع ہوا اسی سال کرناٹک کے شعرا کا تذکرہ بنام
صبح وطن مولفہ محمد غوث خاں اعظم بھی شایع ہوا۔ مولف نے جیساکہ
دیباچہ میں ظاہر کیا ہے اس بات کی کوشش کی ہے کہ شاعروں
کے زمانہ کی تعیین ہوسکے۔ اور تاریخ وفات کی حتی الوسع جستجو کی
گئی ہے۔ مولف نے ان تذکروں کا بھی ذکر کردیا ہے جن سے
اسکی رہنمائی ہوئی۔ اس تذکرہ میں از ابتدا تا سال تالیف

عام شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے۔ معاصر شعرا میں ۵۱ شعرا ایسے ہیں جن کا تعلق کم و بیش اردو سے بھی رہا ہے۔ انہی شعرا کے تراجم کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے پیش نظر نسخہ جس کی تلخیص پیش کی جا رہی ہے۔ بمبئی میں دیباچہ ۱۳۳۶ھ میں چھپا۔ ناشر اردشیر خاضع کا دعوی ہے کہ اس تذکرہ کا قلمی نسخہ ان کو ملا اور پہلے پہل وہ اسکو شایع کر رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جسکو وہ قلمی نسخہ سمجھ رہے ہیں وہ دراصل مدراس والا مطبوعہ نسخہ ہے جس کی کتابت اور طباعت کچھ اس قسم کی ہے جس پر قلمی ہونے کا دھوکا ہوسکتا ہے۔

بہرکیف۔ جہاں تک اردو شعرا کے تراجم کا تعلق ہے ان سے بہت سی نئی معلومات فراہم ہوتی ہیں اور اردو شعرا کی تاریخ مرتب کرنے میں ان سے مدد مل سکتی ہے۔ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر آج اس کی اشاعت ہورہی ہے۔ امید ہے کہ میری یہ سعی مشکور ہوگی۔ اس سے قبل صبح گلشن کی تلخیص پیش کی جاچکی ہے انشاءاللہ اور بھی بہتیرے فارسی تذکروں کی تلخیصیں رفتہ رفتہ پیش کی جائینگی۔

مولف قدرت اللہ فارسی کے شاعر تو تھے ہی

انہوں نے اپنا ترجمہ معہ انتخاب کلام فارسی کتاب میں داخل کیا ہے مگر اس کا پتا اب تک نہ چلا کہ اردو میں بھی کہتے تھے یا نہیں۔ ان کے استاد ارتضیٰ علی خاں خوشنود جو فارسی کے شاعر تھے اور ان کا تذکرہ کتاب میں ہے، 'صبح وطن' سے معلوم ہوا کہ اردو میں بھی کہتے تھے۔ یہ انکشاف اس وقت ہوا جب کہ تذکرہ کی تلخیص مرتب ہو کر پریس جا چکی تھی اور اس میں اضافہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ قیاس چاہتا ہے کہ قدرت بھی اردو میں کہتے ہوں گے۔

عطا کاکوی

۲۸ فروری ۱۹۶۸ء
۲۸ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

دیباچہ مؤلف

بعد حمد و نعت عمار غارت گوپاموی سیاحت کی غرض سے سنہ ۱۲۲۷ھ میں روانہ ہوکر مدراس پہنچا۔ اس کی غرض حضرت خوشدل اور خوشنود سے ملاقات کرنا تھی۔ دونوں حضرات سے غایت خلوص پیدا ہوا۔ چند سال کے بعد حضرت خوشنود کی وساطت سے نواب اعظم خان بہادر تک رسائی ہوئی۔ نواب مذکور اپنے والد نواب عظیم الدولہ بہادر کی وفات کے بعد ریاست کرناٹک کی مسند پر بیٹھے۔ نواب موصوف عام خلائق کی بہبودی اور متوسلین کی صلاح و فلاح میں حد درجہ کوشاں رہتے ہیں۔ علما اور فضلا ان کے دامنِ دولت سے وابستہ ہیں۔ حرمین شریفین کے لئے تحفہ تحائف اور مالی امداد بھیجتے رہتے ہیں چنانچہ ایک زینہ (سلم) زر کثیر خرچ کرکے مکہ معظمہ بھیجا جو بیت اللہ کے دروازہ پر نصب کیا گیا۔ یہ سعادت سوائے عالمگیر بادشاہ، نواب والا جاہ جنت آرام گاہ اور موجودہ امیر ذی اقتدار کے اور کسی کو آج تک نصیب نہ ہوئی۔ نواب نے از راہ عنایت اس فقیر کو نواب رحمت مآب کے مقبرہ کی تولیت عطا فرمائی۔ نواب ممدوح سنہ ۱۲۴۱ھ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے

سراج الدولہ محمد غوث خاں بہادر جنگ جنکی عمر صرف ایک سال تین ماہ کی تھی وارث تخت وتاج ہوئے۔ اسوقت ان کی عمر انیس سال کی ہوئی۔ اسی زمانہ میں ناچیز کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شعرائے متقدمین و متاخرین اور چند معاصرین کے کلام کو ایک بیاض کی شکل میں مدون کیا جائے۔ احباب کی رائے یہ ہوئی کہ اس میں ہر شاعر کے مختصر حالات بھی بہم پہنچائے جائیں تاکہ یہ تالیف میری ایک یادگار بن جائے۔ لہذا ۱۲۵۷ھ میں دواوین کا مطالعہ شروع کیا اور مختلف تذکروں مثلاً آتش کدۂ آذر، ریاض الشعرا والہ، مجمع النفائس آرزو، بہارستان سخن عبدالرزاق، مراۃ الخیال شیر خاں، کلمات الشعراسرخوش، سفینۂ عظمت اللہ بیخبر، سرو آزاد وخزانہ عامرہ آزاد۔ گل رعنا وشام غریباں شفیق کی ورق گردانی کے بعد یہ تذکرہ حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ اور حالات اور حتی الوسع سنین وفات کی تعین کر کے مرتب کیا اور اس کا نام نتائج الافکار رکھا۔

اسکے بعد مولف نے فارسی شاعری کی ابتدا اور مختلف ادوار میں اسکی ترقی کا جائزہ لیا ہے اور پھر مختلف اصناف سخن پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے جو غیر ضروری سمجھکر نظر انداز کردی گئی۔ تذکرہ میں مؤلف نے اپنا ترجمہ بھی ایک شاعر کی حیثیت سے لکھا ہے۔ چونکہ اب تک اس کا پتہ نہ چلا کہ ریختہ میں بھی کہتے تھے یا نہیں اس لئے بہ حیثیت مؤلف ان کا ترجمہ یہاں لکھدینا مناسب سمجھا گیا۔

مختصر احوال مؤلف :۔

محمد قدرت اللہ تخلص قدرت ۔ سلسلہ نسب تنتیس[۳۳] واسطوں سے حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکرؓ سے ملتا ہے جو مدینہ منورہ میں فقہائے سبعہ میں تھے اور سلسلۂ نقشبندیہ آپ پر منتہی ہوتا ہے۔ راقم کے اسلاف عرب سے ہندوستان آئے اور قنوج میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور پھر وہاں سے راقم کے اجداد میں سے ایک نے اواخر سلطنت غوریہ میں گوپامئو متعلقہ لکھنو میں بود و باش اختیار کرلی .... حکام عصر نے نیابت صدارت پر مامور کیا ، اور سلاطین کے دربار سے معاش معقول کا بندوبست ہوا ۔ اسکے بعد ان کے پوتے خواجہ پھول جو اتباع شریعت و طریقت میں یکتا اور صفات حمیدہ کے حامل تھے اور جن کو حضرت شیخ سعد الدین خیرآبادی سے خرقۂ خلافت بھی ملا تھا ۔ اسی طریقہ آبائی سے عزت و احترام کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے ۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے شاہ عبدالرحیم بھی اپنے والد ہی کی طرح بلند نام رہے ۔ یہ بھی فضل و کمال سے آراستہ تھے ۔ فتاوی مجمع المسائل ان کی تالیف ہے اور حضرت نظام الدین امیٹھوی کے خلیفوں میں تھے ۔ ان کے بعد ان کے اسلاف یکے بعد دیگرے سلاطین تیموریہ اور وزیرالممالک نواب شجاع الدولہ بہادر کی حکومت کے اختتام تک سلسلہ معاش و جاگیر پر سرفراز رہے ۔ یہ فقیر ۱۱۹۹ھ میں پیدا ہوا ۔ فارسی کی درسی کتابیں اساتذہ سے پڑھیں اور موزونی

موزونئ طبع کے باعث شعروشاعری بھی کرنے لگا اور اصلاح سخن حضرت خوشنود سے لی کچھ دنوں کے بعد حضرت سید شاہ غلام نصیر الدین سعدی کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ انتیس سال کی عمر کے آغاز میں حضرت خوشنود کے جذب محبت نے مدراس کھینچ بلایا۔ گرچہ میں کیا اور میری شاعری کیا پھر بھی استاد اور دیگر ارباب سخن کی صحبت سے فیضیاب ہوکر فکر سخن کر لیتا ہوں؟

تذکرہ کے آخر میں یہ عبارت ملتی ہے :۔

خدا کے فضل سے یہ "تذکرہ سال گذشتہ کے اواخر میں مسودہ کی شکل میں مرتب ہوا آج کہ ۲۱ شعبان ۱۲۵۸ھ ہے، مکمل طور پر نقل ہوکر آخری منزل پر پہنچا۔

اختتام کتاب کی تاریخیں، خوشنود، مبارک الدخاں راغب۔ جہدی حسن ثاقب، مرتضیٰ حسین نیش، محمد حسین تمنا۔ غلام محی الدین مائل وغیرہ اور خود مولف کے کہی جن سے ۱۲۵۷ھ اور ۱۲۵۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔

فہرست شعرا

نتائج الافکار

حرفِ الف

۱۔ آرزو سراج الدین علی خاں آرزو اکبرآبادی والد کی جانب سے شیخ کمال الدین خواہرزادہ حضرت نصیرالدین چراغ دہلی کی اولاد میں اور والدہ کی جانب سے ان کا سلسلہ شاہ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتا ہے۔ سخنوروں کے سردار تھے۔ تمام علوم رسمی و کتب متداولہ درسی حاصل کر کے، فصاحت و بلاغت کے ساتھ سخن پردازی میں پختہ گو اور شیریں کلام تھے اور جمیع علوم و فنون میں یکتا۔ معانی و بیان و لغت و اصطلاحات وغیرہ میں بہت ساری کتابیں یادگار چھوڑیں۔ اور فرخ سیر کے اوائل سلطنت میں گوالیر میں کسی خدمت پر مامور تھے۔ کچھ دنوں کے بعد وہاں سے شاہجہاں آباد آئے۔ آنند رام مخلص سے بڑا گہرا ربط تھا انہوں نے آرزو کو منصب اور جاگیر سرکار بادشاہی سے دلوا دی۔ ایک مدت تک دار الخلافت میں عزت اور اعتبار سے زندگی گذارتے رہے چونکہ سالار جنگ سے بھی روابط تھے۔ ان کے ساتھ اودھ گئے اور ان کی وساطت سے نواب شجاع الدولہ

کے دربار میں تین سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پر مقرر ہوئے چونکہ زندگی کا جام لبریز تھا، سنہ ۱۱۶۹ھ میں شہر لکھنؤ میں انتقال کر گئے ان کا تابوت کچھ دنوں وہیں سپرد خاک رہا اسکے بعد شاہجہان آباد منتقل کیا گیا۔

۲۔ آزاد

میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ وطن اصلی واسطہ اور مولد اور منشا بلگرام۔ سنہ ۱۱۱۶ھ میں ولادت ہوئی۔ ان کا سلسلہ نسب عیسیٰ موتم الشیال بن زید شہید بن امام زین العابدین رض سے ملتا ہے۔ کتب درسی میر طفیل محمدؐ سے پڑھیں اور بقیہ علوم عقلی و نقلی اپنے نانا علامہ عصر میر عبدالجلیل بلگرامی اور میر سید محمد اپنے ماموں سے حاصل کئے اور میر سید لطف اللہ احمد سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد اپنے نانا سے ملنے کے لئے بہ عمر اٹھارہ سال دہلی روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ میر عظمت اللہ بے خبر بھی تھے دو سال کے بعد پھر وطن لوٹ آئے۔ اسکے بعد اپنے ماموں میر سید محمدؐ سے ملنے کے لئے شاہجہان آباد، لاہور، ملتان، اُچ اور بھکر ہوتے ہوئے سیوستان (متعلقات سند) پہنچے۔ اور میر سید محمد میر بخشی اور وقائع نگاری پر مامور تھے ان کی نیابت میں چار سال وہیں کام انجام دیتے رہے پھر وطن لوٹے اور عازم زیارت حرمین ہوئے اثنائے راہ میں نواب آصف جاہ سے ملے۔ اور رباعی پیش کش کی، زادراہ کا سامان بہم پہنچایا۔ مکہ معظمہ میں شیخ عبدالوہاب طنطاوی سے علم حدیث حاصل کیا اور مدینہ منورہ میں شیخ محمد حیات

سندی سے سند صحیح بخاری اور صحاح ستہ کی حاصل کی اور بعد فراغت
حج ۱۱۵۲ھ میں وارد دکن ہوئے کچھ دنوں نواب ناصر جنگ شہید کی
رفاقت میں اورنگ آباد میں رہے۔ عزلت نشین تھے اور اپنے کمالات
علمی کی وجہ سے مرجع خلائق تھے۔ اور سالکین کو اپنے فیوض سے سیراب
کرتے تھے۔ اور تمام علوم و فنون عربی و فارسی میں یکتا تھے۔ سخن
طرازی اور نظم پردازی میں خوش ادا تھے۔ بہت سی تصانیف ان
سے یادگار ہیں مثلاً لغت میں سات دواوین عربی کے اور اپنے جوہروں
میں ممتاز تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں عربی قصیدہ گوئی
میں ان کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔ آخر کار بارھویں صدی کے سال آخری میں
قید ہستی سے آزاد ہو گئے اور حضرت امیر حسن دہلوی کے مزار کے پائیں میں
مدفون ہوئے۔

۳۔ آصف نواب نظام الملک آصف جاہ۔ ان کے دادا
عابد خاں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین
سہروردی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے نانا نواب
سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہاں تھے۔ عابد خاں عہد شاہجہاں میں
ہندوستان آئے اور بادشاہ کی ملازمت اور شاہزادہ اورنگ زیب
کی مصاحبت میں رہے۔ جب اورنگ زیب بادشاہ ہوئے تو ان کو
صدارت کل اور خطاب چین قلیچ خاں سے سرفراز کیا اور ان کی وفات
کے بعد ان کے فرزند شہاب الدین کو منصب اور خطاب غازی الدین

خاں بہادر فیروز جنگ فرزند ارجمند کے فقرہ کے ساتھ ملا۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں گجرات کی صوبہ داری پر مامور ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد وہیں رحلت کی۔ ان کے فرزند نواب آصف جاہ جنکا اصلی نام قمرالدین تھا اور ولادت ۱۰۸۲ھ میں ہوئی جوانی ہی میں اورنگ زیب عالمگیر کے وقت میں اپنے دادا کے خطاب کے ساتھ منصب چہار ہزاری پر مامور ہوئے اور شاہ عالم (بہادر شاہ) کے عہد میں خطاب خان دوراں خان بہادر ملا اور اودھ کی صوبہ داری لکھنو کی فوجداری کے ساتھ ملی۔ اسی زمانہ میں نئے نئے امراء کی قدردانی کے باعث نوکری سے مستعفی ہوکر درویشی اختیار کی اور شاہجہاں آباد میں خانہ نشینی اختیار کی۔ شاہ عالم کی وفات کے بعد معزالدین جہاں دار شاہ کے عہد میں پھر دوبارہ اپنے سابق منصب اور خطاب پر متمکن ہوئے اور جب فرخ سیر بادشاہ ہوئے تو خطاب نظام الملک بہادر فتح جنگ اور منصب ہفت ہزاری ملا۔ اور دکن کی نظامت پر مامور ہوئے۔ آخر رفتہ رفتہ محمد شاہ کے عہد میں وزیر اعظم کے منصب اعلی اور خطاب آصف جاہی اور ممالک دکن کی حکومت پر سرفراز ہوئے۔ آپ کی ذات ہندوستان میں دولت تیموریہ کے بڑے بڑے امرا میں شمار ہوتی ہے۔ عالمگیر کے عہد سے محمد شاہ کی حکومت تک برسر اقتدار رہے اور قریب تیس سال تک صوبہ دکن کے انتظام ملکی میں بڑے استقلال کے ساتھ منہمک رہے رعایا کی فلاح و بہبودی میں کوشاں رہے اور اہل

عرب و عجم اور دیگر اطراف ہندوستان کے لوگ ان سے فیضیاب ہوتے رہے۔
اور اپنے عدل و انصاف سے رعایا کو ہر قسم کے مظالم سے محفوظ رکھا۔ آخر کار برہان پور
میں غریب قدس سرہٗ کے مزار کے پائیں میں مدفون ہوئے۔ ان کا
فارسی میں ایک دیوان ہے جس میں شاکر تخلص کرتے تھے۔ بعد میں اپنا
تخلص آصف رکھا۔

۴۔ آفتاب نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ شجاعت اور سخاوت
میں یکتا، احکام شرع پر پابند۔ عوام کی بھلائی
ہمیشہ مدنظر رہتی۔ بزم میں خوش گفتار اور رزم میں شمشیر آبدار۔
شعر و سخن میں بھی دستگاہ تھی۔ اور مرزا صاحب کے رنگ میں طبع آزمائی
کرتے۔ جب نواب آصف جاہ برہان پور میں انتقال کر گئے تو نواب
نظام الدولہ ان کی جگہ حاکم دکن ہوئے اور اورنگ آباد جاکر ایام
برشگال وہیں بسر کیا۔ اسی ضمن میں احمد شاہ بادشاہ دہلی نے
امور ملکی کے سلسلہ میں ان کو طلب کیا اور یہ باوجود چند سرکشوں کی بغاوت
کے عازم دہلی ہوئے اور فوج جرار اور توپخانہ کے ساتھ دریائے
نربدا تک پہونچے اسی اثنا میں نواب آصف جاہ کے نواسہ ہدایت
محی الدین حاکم راجگور کی سرکشی اور بغاوت کی خبر پاکر بادشاہ کے دوسرے
فرمان کے بموجب اورنگ آباد لوٹ آئے۔ اسی عرصہ میں قوم نایطہ کے سربراہ
حسین دوست خاں نے ہدایت محی الدین کے مشورہ سے اور ارکاٹ کو فتح
کرنے کے خیال سے فرانسیسی فوج کی بڑی تعداد کے ساتھ نواب

سراج الدولہ نور الدین خان بہادر شہامت جنگ کو پاموی پر حملہ آور ہوگیا۔
سراج الدولہ عہد آصف جاہ سے ناظم ارکاٹ تھے ۔ ۱۶ شعبان ۱۱۶۲ھ
کو حملہ ہوا۔ سراج الدولہ بڑی پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید
ہوئے۔ نواب نظام الدولہ نے اس واقعہ کے بعد دکن کے سرداروں
کے مشورہ سے ایک لشکر جرار ، ستتر ہزار سوار اور توپ خانہ بے شمار
اور ایک لاکھ پیادہ کو ہمراہ لے کر دشمنوں اور باغیوں کی سرکوبی کے لئے
روانہ ہوئے اور بندرگاہ پھلچری تک تعاقب کیا۔ جنگ شروع ہوئی،
تین پہر تک گھمسان کا رن پڑا ۔ سپاہیوں نے بڑی داد شجاعت دی۔
آخر فرانسیسیوں کو شکست ہوئی ۔ اور ہدایت محی الدین خاں قید ہوا۔
اور باوجودیکہ فساد کا بانی وہی تھا پھر بھی جان کی امان پائی ۔ اور
فرانسیسی باوجود شکست ، فتنہ وفساد سے باز نہ آئے۔ اس فساد
کو دبانے کے خیال سے نواب نظام الدین نے ایک فوج متعین کر کے خود
ارکاٹ روانہ ہوئے ۔ زمانہ کے انقلاب سے اسلامی فوج میں رخنہ
پیدا ہوا اور قلعہ چلنجی توابع ارکاٹ فرانسیسیوں کے تصرف میں آگیا۔
نواب مارے غیرت وحمیت کے بھری برسات کا بھی کوئی خیال نہ کرتے
ہوئے بہ نفس نفیس ارکاٹ سے چلے ۔ ادھر فلک کینہ خواہ جو ہمیشہ نت
نئے تماشے دکھاتا ہے اس کا کرنا یہ ہوا کہ سرداران افاغنہ کرناٹک
جو ہمرکاب تھے باوجود عنایات خسروانہ نمک خواری کا پاس نہ کرتے
ہوئے نواب کا ساتھ چھوڑ دیا اور ملک ومال کے لالچ میں پڑ کر

فرانسیسوں سے سازباز کر کے ان کو قلعہ میں باخبر کر دیا کہ مجتمع ہو کر شاہی فوج پر شب خون ماریں۔ وہ لوگ ، محرم ۱۱۶۴ھ آخر شب میں دفعتاً حملہ آور ہوئے۔ باوجودیکہ بعض خیر خواہان دولت نے گوشش گذار کیا کہ افاغنہ قابل اعتماد نہیں مگر نواب نے اپنی صفائے طینت کی وجہ سے ان سے مشتبہ نہ ہوئے اور یہاں تک کہ عین میدان جنگ میں اپنے فیل خاصہ کو افاغنہ کی طرف بڑھایا تاکہ ان کی معیت میں اور مدد سے فرانسیسیوں کا قلع قمع کر دیں۔ جیسے ہی کہ نواب کا ہاتھی افاغنہ کے سردار ہمت خاں کے ہاتھی کے پاس پہنچا اخلاقاً نواب نے صاحب سلامت میں پیش قدمی کی مگر ادھر سے اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ چونکہ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی نواب نے سمجھا کہ ہمت خاں نے پہچانا نہیں اس لئے اپنے کو ہاتھی پر بیٹھے ہی بیٹھے ذرا بلند کیا ، اچانک اسی موقع پر ہمت خاں اور خواص میں سے کسی اور نے گولیاں چلا دیں اور نواب کے سینہ میں پیوست ہو گئیں اور ان کا کام تمام ہو گیا۔ افاغنہ نے نواب کے سر کو کاٹ کر نیزہ پر رکھ کر مشتہر کیا ٹھیک اسی طرح جس طرح محرم کے مہینہ میں امت محمدیہ نے امام سید الشہداء کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ آخر روز لشکریوں نے نواب کے سر بریدہ کو جسم سے ملحق کر کے تابوت اورنگ آباد روانہ کیا اور پائیں مزار شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ اپنے والد کے مزار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آزاد بلگرامی جو ہمرکاب نواب تھے تاریخ شہید کہی : ” آفتاب رفت “
۱۱۶۴ھ

سراج الدولہ نورالدین خاں بہادر شہامت جنگ گوپاموی پر حملہ آور ہوگیا۔
سراج الدولہ عہدِ آصف جاہ سے ناظم ارکاٹ تھے۔ ۱۶ شعبان سنہ ۱۱۶۲ھ
کو حملہ ہوا۔ سراج الدولہ بڑی بامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید
ہوئے۔ نواب نظام الدولہ نے اس واقعہ کے بعد دکن کے سرداروں
کے مشورہ سے ایک لشکر جرار، ستر ہزار سوار اور توپ خانہ بے شمار
اور ایک لاکھ پیادہ کو ہمراہ لے کر دشمنوں اور باغیوں کی سرکوبی کے لئے
روانہ ہوئے اور بندرگاہ پھلچری تک تعاقب کیا۔ جنگ شروع ہوئی،
تین پہر تک گھمسان کا رن پڑا۔ سپاہیوں نے بڑی دادِ شجاعت دی۔
آخر فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ اور ہدایت محی الدین خاں قید ہوا۔
اور باوجودیکہ فساد کا بانی وہی تھا پھر بھی جان کی امان پائی۔ اور
فرانسیسی باوجود شکست، فتنہ وفساد سے باز نہ آئے۔ اس فساد
کو دبانے کے خیال سے نواب نظام الدین نے ایک فوج متعین کرکے خود
ارکاٹ روانہ ہوئے۔ زمانہ کے انقلاب سے اسلامی فوج میں رخنہ
پیدا ہوا اور قلعہ جنجی توابع ارکاٹ فرانسیسیوں کے تصرف میں آگیا۔
نواب مارے غیرت وحمیت کے بھری برسات کا بھی کوئی خیال نہ کرتے
ہوئے بہ نفس نفیس ارکاٹ سے چلے۔ ادھر فلک کینہ خواہ جو ہمیشہ نت
نئے تماشے دکھاتا ہے اس کا کرنا یہ ہوا کہ سرداران افاغنہ کرناٹک
جو ہمرکاب تھے باوجود عنایات خسروانہ نمک خواری کا پاس نہ کرتے
ہوئے نواب کا ساتھ چھوڑ دیا اور ملک ومال کے لالچ میں پڑ کر

فرانسیسیوں سے ساز باز کر کے ان کو قلعہ میں باخبر کر دیا کہ مجتمع ہو کر شاہی فوج
پر شب خون ماریں۔ وہ لوگ ۷ محرم ۱۱۶۴ھ آخر شب میں دفعتاً حملہ
آور ہوئے۔ باوجودیکہ بعض خیر خواہان دولت نے گوشش گذار کیا کہ افاغنہ
قابل اعتماد نہیں مگر نواب نے اپنی صفائے طینت کی وجہ سے ان سے
مشتبہ نہ ہوئے اور یہاں تک کہ عین میدان جنگ میں اپنے فیل خاصہ کو
افاغنہ کی طرف بڑھایا تاکہ ان کی معیت میں اور مدد سے فرانسیسیوں کا
قلع قمع کر دیں۔ جیسے ہی کہ نواب کا ہاتھی افاغنہ کے سردار ہمت خاں
کے ہاتھی کے پاس پہنچا اخلاقاً نواب نے صاحب سلامت میں پیش قدمی
کی مگر ادھر سے اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ چونکہ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی نواب
نے سمجھا کہ ہمت خاں نے پہچانا نہیں اس لئے اپنے کو ہاتھی پر بیٹھے ہی بیٹھے
ذرا بلند کیا، اچانک اسی موقع پر ہمت خاں اور خواص میں سے
کسی اور نے گولیاں چلا دیں اور نواب کے سینہ میں پیوست ہوگئیں
اور ان کا کام تمام ہوگیا۔ افاغنہ نے نواب کے سر کو کاٹ کر
نیزہ پر رکھ کر مشتہر کیا ٹھیک اسی طرح جس طرح محرم کے مہینہ
میں امت محمدیہ نے امام سید الشہداء کے ساتھ سلوک کیا تھا۔
آخر روز لشکریوں نے نواب کے سر بریدہ کو جسم سے ملحق کر کے
تابوت اورنگ آباد روانہ کیا اور پائیں مزار شاہ برہان الدین غریب
قدس سرہٗ اپنے والد کے مزار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آزاد بلگرامی
جو ہمرکاب نواب تھے تاریخ شہید کہی: "آفتاب رفت"
۱۱۶۴ھ

۵- آگاہ شیریں کلام سید علی رضا آگاہ بلگرامی۔ عبدالواحد ذوقی کے بیٹے تھے۔ حسن صورت وسیرت سے آراستہ موزونی طبع کی وجہ سے سخن سنجی اور دقیقہ رسی میں مشہور تھے۔ ۱۱۸۹ھ میں رحلت کر گئے۔

۶- افضل افضل پانی پتی۔ شاعر فصاحت شعار، سخنور بلاغت آثار بارہویں صدی کے اوسط میں رحلت کی

۷- امداد شیخ غلام حسین امداد۔ وطن اصلی برہان پور درسی کتابیں میر آزاد بلگرامی سے پڑھیں اور مشق سخن بھی ان کی خدمت میں کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے ارادت مندوں میں تھے۔ ۱۱۸۷ھ میں وفات پائی۔

۸- امید قزل باش خاں امید ہمدانی۔ اصلی نام میرزا محمد رضا ہے جوانی کی ابتدا ہی میں وطن سے اصفہان چلے آئے اور مرزا طاہر وحید سے تلمذ حاصل کیا۔ اور عہد عالمگیری میں ہندوستان وارد ہوئے اور کسی منصب پر سرفراز ہوئے۔ شاہ عالم بہادرشاہ کے عہد میں خطاب قزل باش خاں اور جاگیر سے سرفراز ہوئے اور معزالدین جہاں دارشاہ کے وقت میں ایک خدمت پر مامور ہوئے برہان پور گئے پھر امیرالامراء سید حسین علی خاں کے زوال اقتدار میں اس خدمت سے معزول ہو کر حیدرآباد گئے اور وہاں کے ناظم مبارز خاں کی رفاقت اختیار کی اور مبارز خاں اور

آصف جاہ کی جنگ میں نیلہ ہو کر موخر الذکر کے پاس پہنچے۔ نواب مذکور کے حضور ایک غزل لکھکر بھیجی۔ نواب نے ان کی لیاقت کی قدر کی اور اپنی جوہر شناسی اور قدر افزائی سے ان پر اپنی نوازشیں بحال رکھیں اور غایت عنایت کی بنا پر ان کی جاگیر بر قرار رکھی اور خدمت لائقہ پر مامور کیا۔ کچھ دنوں کے بعد قزل باشں خاں نے زیارت حرمین شریفین کی اجازت حاصل کی۔ بعد زیارت واپس آئے اور سابق کی طرح نواب آصف جاہ سے منسلک رہے۔ سنہ ۱۱۵۰ھ میں جب نواب آصف جاہ حضور طلب ہو کر دہلی روانہ ہوئے تو یہ بھی ان کے ہمرکاب تھے۔ سفر بھوپال میں بھی ساتھ ساتھ رہے اور پھر دار الخلافت لوٹے اور وہیں مقیم رہے۔ خوش اخلاق اور پاکیزہ طبع تھے اور صحبت رنگین رکھتے تھے۔ نظم نگاری میں یکتا اور موسیقی میں دسترس رکھتے تھے۔ سنہ ۱۱۵۹ھ میں دہلی میں انتقال کیا۔

۹-انجام | عمدۃ الملک امیر خاں انجام شیریں کلام۔ وطن اصلی یزد ہے اور سلاطین صفویہ کے قرابت مندوں میں ایک بزرگ میر میران نعمت الٰہی تھے ان سے ان کا سلسلہ ملتا ہے۔ ان کے اجداد، ایران و ہند دونوں جگہ بڑے اعزاز و اکرام سے بسر کرتے تھے۔ عمدۃ الملک نظم گوئی میں خوش تلاش تھے اور اچھی سمجھ رکھتے تھے۔ لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی میں بڑی شہرت تھی اور فن موسیقی میں بھی کافی مہارت تھی۔ اپنے کمالات کی وجہ سے دربار محمد شاہی میں کافی تقرب حاصل کیا کہ ان کے ہم عصر اور ہم منصب رشک و حسد

کرتے تھے۔ نواب آصف جاہ ناظم دکن اور اعتماد الدولہ قمرالدین خاں وزیر اعظم نے بادشاہ سے گوش گزار کیا کہ جب تک عمدۃ الملک دربار میں رہینگے ہم دونوں کی حضوری معاف رکھی جائے اور دونوں شاہجہان آباد سے روانہ ہوکر تلپت میں خیمہ زن ہوئے۔ جب عمدۃ الملک صوبہ دار الہ آباد ہوکر رخصت ہوئے تو یہ دونوں تلپت سے پھر دہلی لوٹے اور دربار شاہی میں آکر امور ملکی میں مشغول ہوئے اتفاقاً نواب آصف جاہ کو ایک ہی سال کے بعد کسی ضرورت سے دکن جانا پڑا تو پھر عمدۃ الملک بارگاہ شاہی میں بلائے گئے اور نوازشہائے خسروی سے نوازے گئے اور زندگی بھر نہایت عزت اور احترام سے زندگی بسر کی آخرکار ۱۱۵۹ھ میں ایک شخص نے دیوان حام بادشاہی میں ضرب شمشیر سے ان کا کام تمام کر دیا۔

۱۰۔ الصاف مرزا علی نقی خاں تخلص الصاف، نقد علی خاں ایجاد کے بیٹے تھے شاعر خوش فکر پختہ گو تھے اور طبیعت نیک واقع ہوئی تھی۔ ۱۱۹۵ھ میں انتقال ہوا۔

۱۱۔ ایجاد بلند فکر اور ذہین مرزا علی نقی تخلص ایجاد۔ اصلی وطن ہمدان تھا۔ ان کے والد احمد علی خاں، مخاطب بہ نقد علی خاں، شیخ علی خاں وزیر شاہ سلیمان صفوی کے قریبی رشتہ داروں میں تھے۔ آب و دانہ کی کشش سے وارد ہندوستان ہوئے اور نواب آصف کے عہد میں سالہا سال تک

حیدرآباد کی دیوانی پر سرفراز رہے اور وہیں اقامت اختیار کی۔ مرزا علی نقی برہان پور میں پیدا ہوئے اور ترقی کرتے کرتے نواب ممدوح کی مصاحبت پر سرفراز ہوئے اور نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے زمانہ میں اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنے خاندانی خطاب نقدر علی خاں اور حیدرآباد کی دیوانی سے سرفراز ہوئے۔ ایجاد معانی تازہ میں یگانہ عصر تھے اور ان کی طبع بلند مضامین رنگین کی دولت سے مالامال تھی۔ سنہ ۱۱۸۹ھ میں انتقال ہوا۔

حرف ب

۱۲۔ بیدل مرزا عبدالقادر بیدل۔ اصل ان کی قوم ارلاس چغتائی ہے ان کی ولادت شہر عظیم آباد میں ہوئی فضائل، کمالات سے آراستہ۔ نظم پردازی میں قدرت کاملہ اور انشاپردازی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ابتدا میں شاہزادہ محمد اعظم ابن عالمگیر کی ملازمت میں منصب شایستہ پر فائز تھے۔ ندیموں میں سے کسی نے مرزا کی تعریف شعر گوئی شہزادہ کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد ہوا کہ ان سے کہو کہ میری تعریف میں قصیدہ لکھکر پیش کریں تاکہ ملاحظہ کے بعد ان کے منصب اور مرتبہ میں افزایش کی جائے مرزا نے سنتے ہی نوکری سے دست بردار ہوکر شاہجہاں آباد جاکر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور بقیہ عمر توکل اور استغنا میں گزار دی۔ چونکہ اہل دنیا سے منہ موڑ کر اغراض نفسانی سے قطع نظر کر لیا تھا۔ خدا نے انہیں عزت اور اعتبار

سے نواز اکہ امرا اور ارکان سلطنت ان کے گرویدہ اور ارادت
مند ہو گئے یہاں تک کہ ان میں ہر ایک اور نواب شکر اللہ خاں اپنے
پورے خویش و اقارب کے ساتھ مرزا کے گرویدہ ہو گئے۔ نواب
آصف جاہ نے شاگردی اختیار کی اور جب مرزا نواب کے یہاں
جاتے تو نواب استقبال کے لئے آگے بڑھتے اور بڑی عزت سے
ان کو اپنے مسند پہ بٹھاتے غرضکہ عہد عالمگیری کے آخری زمانے سے
محمد شاہ کے اوائل عہد تک ارکان سلطنت ان کی خدمت میں
آتے رہتے آخر کار ۱۱۳۳ھ میں انتقال کیا اور اپنے صحن خانہ واقع
شاہجہان آباد میں مدفون ہوئے میر عبدالولی عزلت کا بیان ہے کہ عرس
کے موقع پر مزار بیدل پر حاضر ہوئے شاہجہان آباد کے شعرا موجود تھے۔
مرزا کا دیوان سامنے لاکر رکھا گیا میں نے اس نیت سے کہ آیا مرزا
مغفور کو میرے آنے کی اطلاع ہوئی ہے ان کے دیوان سے تفاول
کیا تو سر صفحہ یہ شعر ملا ؎

چہ مقدار خوں در عدم خوردہ باشم
کہ بر خاکم آئی و من مردہ باشم

سب لوگوں نے دیکھا اور مرزا کی کرامت کے معترف ہوئے۔

حرف پ

۱۳۔ **پیام** شرف الدین علی پیام ان کی اصل اکبر آباد
سے ہے فنون شعری میں مہارت رکھتے تھے اور

نغزگوئی میں لیاقت ۔ خان آرزو کے شاگرد تھے سات ہزار اشعار پر مشتمل ایک دیوان فارسی میں مختلف اقسام سخن پر موجود ہے ۔ گیارہ سو پچاس کے آخر عشرہ میں انتقال ہوا ۔

حرف ج

۱۴۱۔ جراُت ناظم خوش فکر میر محمد ہاشم موسوی خاں ۔ وطن اصلی گیلان ان کے والد میر محمد شفیع جو فضل وکمال سے آراستہ تھے ۔ اورنگ آباد میں سکونت پذیر تھے ۔ ان کا سلسلہ نسب بیسویں واسطہ سے حضرت امام موسی کاظم سے ملتا ہے ۔ یہ ۱۰۸۸ھ میں پیدا ہوئے

چودہ[۱] سال کی عمر میں اپنے والد کے فیض تربیت سے مناسب لیاقت حاصل کرلی ۔ امیرالامرا سید حسین علی خاں کے دامن دولت سے وابستہ ہوگئے ۔ اور دھارور کی قلعہ داری پر مامور ہوئے ۔ ۱۱۳۱ھ میں جب امیرالامرا ہندوستان کی طرف آنے لگے تو یہ بھی ہمراہ رکاب تھے اور یہاں آکر اکثر اہل کمال مثلاً مرزا عبدالقادر بیدل اور میر عبدالجلیل بلگرامی سے فیض صحبت اٹھایا ۔ جب سادات (بارہہ) کا زوال ہوا تو یہ پینتالیس سال کی عمر سے

---

[۱] اصل کتاب میں چار سال لکھی ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔

آخر حیات تک سرکار آصف جاہی میں مناسب عہدہ اور دارالانشا کی
خدمات پر مامور رہے اور خطاب معزالدولہ سے سرفراز ہوئے۔ پختہ
گو شاعر تھے اور طبیعت بڑی نیک پائی تھی۔ فصاحت ان کے کلام سے
اور بلاغت انکے اشعار سے نمایاں ہے۔ سنہ ۱۱۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

حرف ح

۱۵۔ حشمت محتشم علی خاں حشمت بدخشانی سادات سے
ہیں ان کے اجداد میں سے کوئی ہندوستان وارد ہوئے۔ ان کے والد میر باقی
محمد یار خاں ناظم شاہجہاں آباد کی رفاقت میں عزت و احترام سے رہے
(عالمگیر بادشاہ نے اپنے دوران قیام دکن میں موخر الذکر کو ناظم
شاہجہاں آباد بنایا تھا)۔ حشمت شاہجہاں آباد میں تولد ہوئے
وہیں نشوونما ہوئی۔ نظم کے فنوں میں افضل ثابت عبدالرضا متین اور
دیگر فصحائے عصر کے ہم طرح تھے۔ ان کا کلام اور اشعار بہت خوب
ہوتے تھے۔ دیوان (فارسی) سات ہزار اشعار کے قریب ہوگا۔ آخر
سنہ ۱۱۶۳ھ میں وفات پائی۔

حرف خ

۱۶۔ خاندوراں سخنوروں کے سردار امیر الامرا صمصام الدولہ
خاندوراں محمد شاہی امرا میں بڑے پایہ کے تھے۔

شاہی مرحمتوں سے سرفراز حشمت و شوکت سے زندگی بسر کرتے تھے آخر کار ۱۱۵۱ھ میں نادر شاہی حملہ میں بہادرانہ نبرد آزمائی کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

۱۷۔ خسرو۔ ہر طرح کے کمالات کے مخزن ابوالحسن یمین الدین امیر خسرو دہلوی۔ وطن اصلی ہزارہ بلخ ہے۔ ان کے والد امیر سیف الدین جو قبیلہ لاچین کے معززین میں تھے۔ عہد چنگیز خاں میں ہندوستان پہنچے اور شمس الدین التمش کے زمانہ حکومت میں امرا کے زمرہ میں داخل ہوئے اور نواح دہلی کے قصبہ پٹیالی میں سکونت اختیار کی۔ امیر نامدار عماد الملک کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ انہی کے لطن سے امیر خسرو ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر ایک مجذوب کے پاس لے گئے جو کہیں قریب ہی میں مقیم تھے۔ مجذوب نے دیکھتے ہی کہا کہ ایسے شخص کو تم لائے ہو جو خاقانی سے بھی دو قدم آگے نکلے گا۔ آٹھ سال کی عمر میں فطری استعداد کی بنا پر بہت کم مدت میں مختلف قسم کے کمالات حاصل کئے اور پٹیالی سے اپنے والد اور دو بھائیوں کے ہمراہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا بداؤنی قدس سرہٗ کے پاس حاضر ہوئے جو حال ہی میں دہلی تشریف لائے تھے۔ جب نو سال کی عمر ہوئی تو ان کے والد جنکی عمر باختلاف روایت ستر سال یا پچاسی سال کی تھی کفار سے جنگ میں شہید ہوئے۔ امیر خسرو نے مرثیہ کہا

۵ سیف از سرم گذشت و دل من دو نیم ماند
دریائے خوں رواں شد و در یتیم ماند

اسکے بعد ان کے نانا عماد الملک نے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی یہاں تک کہ فضل و کمال میں ترقی حاصل کی اور نظم نگاری میں فصاحت و بلاغت کی وجہ سے شہرت پائی۔ اول اول شاہزادہ سلطان محمد پسر سلطان غیاث الدین بلبن کی ملازمت میں ملتان گئے۔ اور وہیں خواجہ امیر حسن دہلوی سے کہ وہ بھی شاہزادہ کے ملازم تھے ملاقات ہوئی اور ان دونوں کی دوستی حد درجہ استوار اور مستحکم ہوگئی۔ امیر خسرو بادشاہان عہد کی نظروں میں بڑی عزت اور احترام رکھتے تھے۔ اور اپنے ہمسران زمانہ سے لیاقت میں سر بلند تھے۔ بادشاہوں کی مدح سرائی میں قصیدے لکھتے پر جو انعامات ملتے وہ سلطان المشائخ کی خانقاہ کے فقرا پر صرف کر دیتے۔ یہی طریقہ برابر رہا۔ خود ہمیشہ مجرد رہے۔ ایک روز ایک قصیدہ حضرت شیخ کی مدح میں کہکر پیش کیا۔ حضرت نے پسند کیا اور پوچھا کہ کیا صلہ چاہتے ہو۔ چونکہ اس زمانہ میں شعر گوئی میں غایت انہماک تھا عرض کیا کہ کلام میں شیرینی چاہتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ شکر سے بھرا ہوا جو طشت میرے پلنگ کے نیچے ہے لے آؤ اور اپنے سر پر نثار کر دو اور اس میں سے تھوڑا سا کھا جاؤ۔ امیر نے تعمیل حکم کی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ کلام میں شیرینی ایسی ہے جو دلوں کو بے حد ذائقہ بخشتی ہے اور

زلال معانی کے پیاسوں کو سیراب کرتی ہے لیکن امیر اس درخواست پر تا عمر افسوس کرتے رہے کہ ہائے اس سے اور بہتر کوئی چیز کیوں نہ مانگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک سخن کے بادشاہ اور اس فن شعر کے پیشرو ہیں۔ سخن کو نقش و نگار سے آراستہ اور کلام کو بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے پیراستہ کیا۔ ادا بندی اور مضمون آفرینی میں یگانہ اور صنایع و بدایع کو مختلف طریقہ سے استعمال کرنے میں منتخب زمانہ تھے۔ ان کی کثیر تصانیف ان کے فضل و کمال کی دلیل ہیں۔ نقل ہے کہ عالم شباب میں شیخ سعدی شیرازی سے دہلی میں ملاقات ہوئی[۱] چنانچہ خود کہتے ہیں؟

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت
شیرہ از خمخانۂ سعدی کہ در شیراز بود

باوجود شعر و سخن میں انہماک اور سلاطین کی مصاحبت کے دل میں درد اور ذوق تھا اور شراب شوق سے سرشار رہتے۔ عشق کی شورش سر میں اور سوز دروں سینہ میں اتنی تھی کہ جگر خستہ تھے سینہ عرفاں کا گنجینہ اور دل آئینہ ہو گیا تھا۔ عبادت وریاضت شاقہ طاقت سے زیادہ کرتے تھے چالیس سال تک لگاتار روزہ رکھتے رہے اور فریضہ حج قطع ارض سے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ ادا کیا۔ شیخ

---

[۱] یہ روایت محض غلط ہے۔ مؤلف اس شعر کے معنی نہ سمجھے۔ امیر خسرو کا مطلب یہ ہے کہ میں نے سعدی شیرازی کا تتبع کیا ہے۔ "ع"

کے اتنے مقبول ترین مریدوں میں تھے کہ دوسرا ان سے مقرب اور ممتاز نہ تھا
ہمیشہ پیر کی اطاعت و محبت میں سرگرم رہتے۔ اور پیر پرستی اور جاں نثاری
ملحوظ رکھتے۔ اور ہر وقت پیر کی خدمت میں حاضر رہتے اور لوگوں کی
درخواست بے تکلف عرض کرتے۔ ان کی توصیف شمار سے باہر ہے۔
اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ سلطان المشائخؒ نے ان کے بارے میں
فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز اس ترک کے سینہ کے سوز
کے طفیل میں بخشا جاؤں۔ اور اسی طرح اکثر شفقت آمیز کلمات
آپ کی زبان مبارک سے سنے گئے۔ حضرت سلطان المشائخؒ کی
رحلت کے وقت خسرو تغلق شاہ کے ساتھ لکھنؤ میں تھے۔ لوٹنے
کے بعد اپنا پیراہن چاک کر دیا۔ اور زمین پر لوٹنے لگے۔ اور حضرت
کی وفات کے بعد بیحد بے کیفی اور بے چینی کے ساتھ چھ ماہ زندہ
رہے اور ۷۲۵ھ میں خود بھی اس جہان سے رخصت ہو گئے اور
شیخ کے مزار کے پائینتی میں مدفون ہوئے۔ سبع سنابل میں منقول ہے
کہ ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی نے
جو اس وقت دہلی میں تھے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ چلو تاکہ امیر خسرو
کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوں اور چونکہ وہ بادشاہوں کے مداحوں
میں تھے اسلئے ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ جب وہاں پہنچے
تو دیکھا کہ خسرو جو مردہ پڑے ہوئے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور کہا کہ
خدا کے فضل سے اپنے شیخ کی بدولت میرے گناہوں کی بخشائش

ہوگئی اب کسی کی دعا کا محتاج نہیں ہوں اور پھر ویسے ہی مردہ بن کر لیٹ گئے[۱]۔
کہا جاتا ہے کہ ان کے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ ہے

۱۸- خورشید | میر خورشید علی بلگرامی۔ میر عبد الجلیل بلگرامی کے قریبی رشتہ داروں میں ہیں۔ ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ سن تمیز کو پہنچ کر میر سید محمد سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں۔ شعر و سخن کا ذوق بنہایت تھا اس فن میں بھی طبع آزمائی کی پہلے فصاحت تخلص تھا پھر اپنے نام ہی کو تخلص بنایا۔ مشق سخن بھی میر مذکور سے کرتے تھے۔ صنایع شعری صانع بلگرامی سے سیکھے۔ تلاش روزگار میں بنارس پہنچے وہاں شیخ علی حزیں سے ملے۔ اسکے بعد میر نور الحسن خاں بلگرامی (جو راجہ شتاب رائے کے رفیقوں میں تھے) کی رفاقت میں اطمینان سے زندگی بسر کی اور بارہویں صدی کے اواخر میں انتقال کیا۔

حرف د

۱۹- درد | خواجہ میر درد بن خواجہ محمد ناصر خواجہ سید بہاء الدین نقشبند کی اولاد سے ہیں اور اپنے والد کے مرید اور خلیفہ ہیں جنکا تخلص عندلیب تھا۔ شاہجہان اباد میں سکونت رکھتے تھے۔ فقر و فنا اور توکل و استغنا میں زندگی بسر کرتے تھے۔ حقیقت اور

---

[۱] یہ روایت مشکل سے باور کی جائے گی۔ ع

طریقت کے آشنا اور نظم میں بھی بڑی شان رکھتے تھے۔ تصوف میں آپ کے چند رسالے ہیں مثلاً نالہ درد، اور آہ سرد جن میں عشق و محبت کے بیانات اور معرفت کے طریقے ہیں ۱۱۹۹ھ میں انتقال ہوا۔

۲۰۔ دردمند | فقیہہ صاحب۔ دردمند۔ وطن اصلی اودگیر مضافات محمد آباد بیدر (دکن) ہے۔ لڑکپن ہی میں اپنے والد کے ساتھ ۱۱۳۶ھ دکن سے شاہجہاں آباد وارد ہوئے اور شاہ ولی اللہ نواسہ شاہ گل تخلص وحدت سرہندی کے زیر سایہ رہے اور ان کے فیض صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ مرزا مظہر نے ان کو اپنے کنار شفقت میں لے لیا اور اپنے فیض سے ان کی تربیت کرتے رہے۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ شاعری میں منتخبات روزگار میں سے ہوئے جیسا کہ خود میرزا فرماتے ہیں ؎

مظہر مباش غافل از احوال دردمند
لعلی است ایں کہ درگرہ روزگار نیست

آخر سیاحت کی غرض سے بنگالہ آئے اور وہاں کے ناظم کے ساتھ بڑے اطمینان سے زندگی بسر کرتے رہے بارہویں صدی کے آخر میں انتقال کیا۔

حرف ذ

۲۱۔ ذکا | میر اولاد محمد خاں میر آزاد بلگرامی کے حقیقی بھتیجے تھے ان کی ولادت ۱۱۵۱ھ میں ہوئی۔ علوم ضروری کی تحصیل بلگرام میں ہوئی۔ اسکے بعد اپنے چچا کی غلطی پر اکیس سال کی

عمر میں اورنگ آباد گئے اور پانچ سال انہی کے سایہ عاطفت میں رہے اور فیض علوم حاصل کر کے پھر وطن واپس چلے آئے۔ دو سال کے بعد سید امیر حیدر نواسہ میر آزاد کے ہمراہ پھر دکن پہنچے اور نواب غلام علی خاں بہادر کی سرکار سے عطائے منصب اور خطاب خانی سے سرفراز ہوئے اور بڑی عزت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ شاعری میں ممتاز تھے اور نظم نگاری کا بہت اچھا سلیقہ رکھتے تھے۔ آخر تیرھویں صدی کے اوائل میں انتقال کیا۔

۲۲ - ذوقی

شیریں کلام میر عبدالواحد بلگرامی۔ اصل وطن ترمذ ہے۔ حسن اخلاق سے آراستہ اور اوصاف پسندیدہ سے پیراستہ۔ فارسی و ہندی دونوں زبانوں میں ممتاز شاعر۔ ذہن سلیم، اور فکر ارجمند رکھتے ہیں ان کی ایک تصنیف شکرستان خیال نظم و نثر میں مختلف اقسام کی شیرینیوں کی توصیف میں ہے۔ جس سے سننے والے قند و نبات کا مزہ پاتے ہیں۔ میر مذکور کو شیرینی سے چنداں رغبت نہ تھی محض تفنن طبع کی وجہ سے شیریں کلامی کا اظہار مقصود تھا۔ ذوقی تخلص ہے۔ لاہور کے کسی علاقہ سے متعلق تھے وہاں کے کفار سے جنگ ہوئی۔ میر عبدالواحد جو اپنے والد ماجد کے ساتھ تھے اس معرکہ میں شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۱۳۴ھ میں ہوا۔

---

[1] ان کا ذکر حرف واؤ میں ہے۔ مؤلف نے واحد تخلص سمجھا ہوگا۔ ان کا تخلص ذوقی تھا۔

حرف ر

۲۳۔ راغب جعفر راغب پانی پتی پسر نواب شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق اور نواسہ نواب عزت الدولہ شیر افگن خاں۔ انکا آبائی نسب خواجہ عبداللہ انصاری ہراتی سے اور مادری نسب خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس سرہٗ سے ملتا ہے۔ آن کے والد ہدایت اللہ خاں منصب پنجہزاری اور جاگیر پر فائز تھے۔ جعفر خاں شاہجہاں آباد میں ۱۱۵۷ھ میں پیدا ہوئے سن شعور کے بعد تحصیل کتب ضروریہ کی جسوقت صوبہ لاہور پانی پت کی سرحد تک قوم سکھ کے اختیار میں آگیا اور وہاں کے باشندے جلاوطن ہوئے تو راغب بھی اپنے وطن سے نکل کر لکھنو اور پھر وہاں سے عظیم آباد آئے اور وہیں سکونت اختیار کی اور مختصر جاگیر پر قناعت کی۔ قیام لکھنو کے زمانے میں مرزا فاخر مکینؔ سے اصلاح سخن لی شاعر خوش گو ہیں۔ بارہویں صدی کے اواخر میں رحلت کی۔

۲۴۔ رسا میرزا محمد تقی۔ ذہین وذکی۔ چغتائی قوم سے۔ شاہجہاں آباد میں نشوونما ہوئی۔ وہاں سے لکھنو آئے اور اپنی لیاقت سے وہاں کے حکام کے یہاں خدمات لائقہ پر مامور ہوئے پھر گوپامئو میں قیام پذیر ہوگئے۔ اپنے حسن کردار اور نغز گفتاری سے ہر دل عزیز ہوئے اور اپنے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ سے ہر شخص کو اپنی محبت سے گرویدہ بنالیا۔ نظم نگاری میں

طبع رنگین رکھتے تھے۔ اور نثر بھی بہت پاکیزہ لکھتے تھے۔ اشعار ہندی کے کہنے میں شعرائے عصر میں منتخب تھے اور فکر رسا کی وجہ سے کبھی کبھی اشعار فارسی بھی کہہ لیتے تھے۔ ۱۲۳۳ھ میں رحلت کی اور فیض آباد میں مدفون ہوئے۔

حرف س

۲۵ - سودا میرزا رفیع سودا۔ ان کا وطن شاہجہان آباد۔ نواب شجاع الدولہ کے عہد میں صوبہ اودھ آئے اور ان کی سرکار میں ملازم ہوئے اور معقول مشاہرہ پہ بحال ہوکر عزت حاصل کی۔ میرزا اپنے عہد میں شعر ہندی کہتے میں بہت مشہور تھے اور ملک الشعراء تھے اور کبھی کبھی فارسی بھی کہہ لیا کرتے تھے ۱۱۹۵ھ میں انتقال کیا۔

حرف ش

۲۶ - شاعر میر سید محمد ولد میر عبد الجلیل بلگرامی ۱۱۰۱ھ میں پیدا ہوئے سن تمیز کو پہنچکر درسی کتابیں میر طفیل محمد بلگرامی سے پڑھیں اور اپنے والد سے بہت طرح کے کمالات حاصل کئے۔ ان کی ذات بہتیرے فضائل سے آراستہ تھی۔ طبع موزون تھی اور کلام فصاحت و بلاغت سے مملو تھا۔ محمد فرخ سیر کے عہد آخر میں جبکہ ان کے والد بھکر اور سیوستان کی وقایع نگاری سے مستعفی ہوئے تو ان کو وطن سے بلوا کر سرکار شاہی سے اپنی اسی خدمت پر مامور کروا دیا۔

بارہویں صدی کے وسط میں (۱۱۵۰ھ) رحلت کی۔

۲۷۔ شفیق[1] لچھمن نرائن شفیق اورنگ آبادی۔ کھتری قوم سے ہیں۔ ان کا وطن اصلی لاہور اور ان کے دادا بھوانی داس عالمگیری لشکر کے ساتھ دکن آئے اور اورنگ آباد میں سکونت اختیار کرلی اور ملازمت سے عزت واکرام کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی وفات کے وقت شفیق کے والد دو سال کے تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو اپنی لیاقت کی وجہ سے نواب آصف جاہ کے عہد میں دکن کے چھ صوبوں کی پیشکاری مدار پر مامور ہوئے اور قریب چالیس سال تک اس خدمت پر مامور رہ کر کام بخوبی انجام دیئے۔ اسکے بعد نواب صمصام الدولہ بہادر اورنگ آبادی نے ان کی قابلیت اور آزاد بلگرامی کی سفارش پر ان کو منصب پیش کاری بخشی الممالک دکن پر فائز کر کے سابقہ ملازمت میں اضافہ کردیا۔ بہرکیف شفیق سنہ ۱۱۵۸ھ میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور سن شعور کے بعد میر (آزاد) صاحب کے فیض صحبت اور تربیت سے استعداد اور لیاقت پیدا کی اور عالی جاہ خلف نواب نظام علی خاں بہادر کی سرکار میں ملازم ہو گئے۔ نظم نگاری میں طبیعت موزوں اور فکر رسا رکھتے تھے ان کی تالیفات سے دو میری نظر سے گذریں ایک "گل رعنا" جس میں شعرائے ہند کا کلام (اور تذکرہ) ہے دوسرے "شام غریباں"

---

[1] ریختہ میں صاحب تخلص۔

جس میں ایسے شعرائے بیرون ہند کا ذکر ہے جو ہندوستان آ گئے۔
آخر تیرہویں صدی کے اوائل میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔

۲۸۔ شہید مولوی محمد باقر شہید طہرانی قوم ترک سے ہیں۔
ان کے اجداد میں کوئی ایک احمد آباد گجرات
آکر سکونت پذیر ہوئے۔ شہید وہیں پیدا ہوئے سن تمیز کو پہنچ کر اور
علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد کچھ عرصہ تک نوکر پیشہ رہے پھر اس سے کنارہ
کش ہو کر اورنگ آباد میں بعافیت زندگی بسر کرنے لگے۔ خوش فکر شاعر
تھے۔ تلاش فکر اچھی تھی۔ خط نسخ میں اپنے عہد کے اچھے استاد تھے۔
کچھ عرصہ کے بعد سفر حج کے لئے روانہ ہوئے اور بندر ٹھٹھہ پہنچ کر شیخ علی
حزیں سے ملاقات ہوئی اور شاعری میں انہی کے آگے زانوئے ادب تہ کیا۔
زیارت حرمین سے فراغت کے بعد پھر اورنگ آباد لوٹ آئے اور گوشہ نشینی
اختیار کی۔ گھر سے باہر بہت کم نکلتے تھے اور وہیں ۱۱۷۶ھ میں رحلت
کر گئے۔

حرف ص

۲۹۔ صانع نظام الدین احمد صانع بلگرامی ۱۱۳۹ھ میں
پیدا ہوئے شیخ عثمانی ہیں۔ ابتدا میں
کلام مجید حفظ کیا۔ اور مشق سخن میر نوازش علی بلگرامی سے
کی۔ طبیعت متین ہے اور خیالات رنگین۔ تیرہویں صدی کے
اول عشرہ میں انتقال کیا۔ (اشعرا اردو گلشن بیخار)

حرف ع

۳۰۔ عاجز

عارف الدین خاں عاجز اورنگ آبادی۔ اصلی وطن بلخ ہے۔ ان کے والد عالمگیر بادشاہ کے عہد میں ہندوستان آئے اور نواب فیروز جنگ والد ماجد آصف جاہ کی وساطت سے بادشاہ کے دربار میں ایک منصب شائستہ پر فائز ہوئے اور برابر نواب ممدوح کے ساتھ بخوبی گذر اوقات کرتے رہے۔ عارف الدین خاں ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما ہوئی۔ ابتدا میں نوکری سے گذر اوقات ہوئی اسکے بعد سید لشکر خاں (؟) کی وساطت سے سرکار آصف جاہ سے خطاب خانی اور منصب اور جاگیر سے سرفراز ہوئے۔ سید موصوف کے انتقال کے بعد قلیل جاگیر پر قناعت کر کے گذر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سنہ ۱۱۶۷ھ میں ایک سخت مرض میں مبتلا ہوئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے۔ مرزا معز الدین اصفہانی کو جو ان سے ربط رکھتے تھے کہلا بھیجا کہ میرے لئے کوئی تاریخ وفات تجویز کر دیں۔ مرزا نے ظرافتاً ان سے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو آپ خود اچھے مورخ ہیں تاریخ کہہ کر کیوں نہیں سفر آخرت اختیار کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ متبسم ہوئے اور اپنا پورا نام تخلص کے ساتھ یعنی عارف الدین عاجز کے اعداد کو جمع کیا۔ اُس سال سے ایک عدد زیادہ برآمد ہوا۔ دل میں کہا کیا اچھا ہوتا اگر موت ایک سال کی مہلت دیتی اس لئے کہ تاریخ میں ایک عدد کی زیادتی تھی۔ خدا کے حکم سے شفا ہوئی

اور ۱۱۷۸ھ میں وفات پائی ۔ تاریخ پوری اُتری ۔

۳۱ - عارف سید محمد عارف بلگرامی سید مخدوم محمد رکن الدین کی اولاد میں ہیں ۔ ۱۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے ۔ سنِ شعور کو پہنچکر فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں ۔ پھر شاعری کی طرف متوجہ ہوئے ۔ ۱۱۸۷ھ میں انتقال کیا ۔

۳۲ - عزلت میر عبدالولی عزلت پسر سید سعداللہ سلونی سورتی طبیعت موزوں رکھتے تھے ۔ اور جامع کمالات وفنون تھے ۔ علم موسیقی میں یکتائے عصر تھے ۔ اور اپنے کمال سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیتے تھے ۔ مصوری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے ۔ کتب درسی اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور معقولات میں بھی استعداد بہم پہنچائی ۔ اپنے وطن سے سیر کی خاطر شاہجہاں آباد پہنچے ۔ اور چند سال یہاں رہے ۔ سراج الدین علی خاں کی صحبت میں رہے پھر وہاں سے بنگالہ گئے اور لوٹ کر حیدرآباد آئے اور امیرالممالک پسر آصفجاہ نے مدد معاش کے لیۓ جو گاؤں عطا کیا تھا اسی پر زندگی گذارتے رہے ۔ نیک خصلت اور پسندیدہ اطوار رکھتے تھے ۔ ۱۱۸۹ھ میں انتقال کیا ۔

حرفِ غ

۳۳ - غلام میر غلام نبی[1] بلگرامی علامہ عصر میر عبدالجلیل کے بھانجے ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے ۔ سن تمیز کو

---

[1] ان کا تخلص نبی بھی ہے ۔

پہنچکر ذہانت ذکاوت اور طبع رسا کی مدد سے عربی و فارسی کی درسی کتابیں میر طفیل محمد سے پڑھیں اور نظم نگاری کا اچھا سلیقہ پیدا کیا۔ خاص کر ہندی شعر کہنے میں اپنے عہد کے ممتاز شاعر تھے اور فن موسیقی میں پوری مہارت پیدا کر لی اور باوجود ان سب کمالات کے شجاعت کے بھی مرد میدان تھے اور آخر عمر میں نواب صفدر جنگ وزیر کے رفقاء کے ساتھ پٹھانوں سے جنگ میں لڑتے ہوئے ایسا غائب ہوئے کہ کچھ بھی سراغ نہ مل سکا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۱۶۳ھ میں رونما ہوا۔

حرف ف

۳۴۔ فقیر شمس الدین فقیر شاہجہاں آبادی۔ سنہ ۱۱۱۵ھ میں پیدائش ہوئی۔ آبائی سلسلہ نسب حضرت عباس عم نبی کریم سے اور مادری سلسلہ سادات سے ملتا ہے۔ دہلی کے معزز لوگوں میں تھے۔ علمائے وقت سے استعداد علمی حاصل کی۔ فنون نظم، و نثر معانی و بیان بدیع و عروض و قوافی میں انتخاب روزگار ہوئے۔ بارہویں صدی کے پانچویں عشرہ کے آغاز میں علائق دنیوی سے آزاد ہو کر لباس فقر پہن لیا۔ اور اسی دوران میں دکن چلے گئے اور اورنگ آباد میں مقام کیا۔ پانچ سال کے بعد قزل باش خاں امید کے ہمراہ دہلی لوٹے۔ یہاں کے امراء و اکابر نے انہیں بڑی عزت سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خصوصاً ان میں اور علی قلی خاں ظفر جنگ داغستانی سے

بڑا ربط پیدا ہوگیا۔ اور کچھ دنوں نواب عماد الملک وزیر پسر امیر الامرا فیروز جنگ پسر آصف جاہ کی رفاقت میں بھی رہے۔ اسکے بعد قطع تعلق کر کے اکبر آباد میں گوشہ نشیں ہوگئے۔ ان کی تصانیف میں دیوان، (فارسی) و مثنوی والہ سلطان، اور حدائق البلاغت مشہور ہیں۔ عمر کے اخیر حصہ میں زیارت مقامات مقدسہ کے لئے اورنگ آباد سے روانہ ہوئے اور ایک ہفتہ میں بندر سورت پہنچے پھر وہاں سے بعد حصول منزل مقصود و نقد مراد بصرہ پہنچے اور ہندوستان کی واپسی کے لئے جہاز پر روانہ ہوئے۔ اتفاقاً کشتی غرقاب ہوگئی اور یہ جان بحق تسلیم ہوگئے۔ یہ حادثہ ۱۱۸۳ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

حرف ق

۳۵۔ قائمؔ محمد قائم ساکن چاندپور، ریختہ میں مرزا سوداؔ کے شاگردوں میں شہرت رکھتے تھے۔ اور کبھی کبھی فارسی میں شعر کہتے تھے۔ تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں انتقال ہوا۔

۳۶۔ قتیلؔ نکتہ سنج بے مثل مرزا محمد حسن قتیل۔ وطن اصلی لاہور۔ ابتدا میں ان کے والد درگاہی مل قوم کھتری اپنے متعلقین کے ساتھ فیض آباد چلے گئے اور وہیں قیام کیا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں مرزا محمد باقر شہید کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور بعض علوم مرزا صاحب سے حاصل کئے۔ اور مذہب تشیع اختیار کیا۔ لڑکپن ہی سے چونکہ طبیعت موزوں تھی استاد کی تجویز سے قتیلؔ تخلص اختیار کیا۔ اسکے

بعد شاہجہاں آباد چلے آئے کمالات حاصل کرنے میں کوشاں رہے
علوم عربیہ وفارسیہ میں، ان کے ذہن رسا نے کافی استعداد حاصل
کی فن سخن میں بڑی مہارت پیدا کی ۔ اپنے عہد کے ملک الشعرا تھے ۔
معنی بیگانہ کی تلاش میں ان کی طبع رسا تنی اور ان کی فکر فصیح البیان شعرا
کی ہمنوا۔ ان کے کلام شیریں کی لطافت وادیٔ سخن کے تشنہ لبوں کے
لئے آب حیات اور ان کے گفتار کی مٹھاس رشک قند و نبات ۔
ان کی غزلیات رنگین دجست کا دیوان گلدستہ فصاحت ہے ۔ بلاغت
کا بھی وہی حال ہے ۔ ان کی نظم شستہ اور آبدار فصحائے زبان کو
پسند اور نثر بجستہ اور پرکار منشیان زمانہ کو مرغوب ۔ کچھ دنوں تک
عماد الملک ابن امیر الامراء ۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ ابن
نواب آصف جاہ کی مصاحبت میں خوبی اور خوش حالی سے رہے۔
اسکے بعد لکھنؤ سیاحت کے لئے آئے مگر زندگی بھر یہیں رہ گئے ۔ وہاں
کے امیر و غریب سب ان کو عزیز رکھتے تھے اور بڑی محبت سے پیش آتے
تھے اپنے حسن کلام اور حسن اخلاق کی وجہ سے بہت ہر دل عزیز تھے
آخر تیرھویں صدی کے عشرہ رابعہ (۱۲۴۰) کے لگ بھگ انتقال کر گئے

حرف گ

۳۷ ۔ گرامی اصل وطن کشمیر ہے اپنے والد مرزا عبد الغنی قبول
کے شاگرد ہیں ۔ طبع موزوں کے ساتھ اچھی

لیاقت حاصل کی۔ نازک خیال شاعروں میں ہیں۔ اور شیریں مقام فصحا،
میں شمار کئے جاتے ہیں۔ بہت استغنا کے ساتھ شاہجہاں آباد میں
قلندرانہ گزر اوقات کرتے تھے۔ اور شاعری میں اپنی ادا بندی
اور تازہ خیالی اور رنگینئ مضامین سے سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ اور
۱۱۵۶ھ میں انتقال کیا۔

۳۸۔ گلشن | شیخ سعد اللہ گلشن تخلص، ان کا اصلی وطن احمد آباد
گجرات ہے اور سلسلہ نسب زبیر بن العوام صحابی رضہ
تک پہنچتا ہے۔ اسلام جو بعض سلاطین گجرات کے وزیر رہ چکے ہیں
ان کے اجداد میں سے تھے اور گجرات پر اکبر بادشاہ کے قابض ہوجانے
کے بعد۔ ان کے بزرگوں میں سے ایک برہان پور میں آکر مقیم ہوئے۔
گلشن برہان پور سے روانہ ہو کر شاہجہان آباد میں سکونت اختیار
کی۔ اور شیخ احمد مجدد سرہندی کے نواسے شاہ گل کے حلقۂ ارادت
میں داخل ہوکر فیض حاصل کیا اور توکل و استغنا سے زندگی گزاری۔
طبیعت رنگین تھی اور خوش کلامی سے ہم آہنگ، ان کے اشعار آبدار
نزاکت سے مملو ہیں۔ دہلی میں سنہ ۱۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

حرف م

۳۹۔ مبتلا | مرزا علی خاں مبتلا۔ وطن اصلی مشہد
مقدس ہے۔ ان کے دادا مرزا محمد نواب برہان الملک سعادت علی خاں

نیشاپوری کے ساتھ، محمد معزالدین جہاندار شاہ کے عہد میں ہندوستان آئے اور فرخ سیر کے زمانے میں ملازم شاہی ہوئے۔ اسکے بعد ان کے بیٹے محمد علی خاں بھی برہان الملک کی رفاقت میں اور پھر ان کی وفات کے بعد نواب ابوالمنصور صفدر جنگ کی خدمت میں اعتماد حاصل کیا اور ان کے وسیلہ سے احمد شاہ بادشاہ کے دربار سے منصب پنج ہزاری اور خطاب بہادری (؟) حاصل کیا۔ غرض کہ مردان علی خاں جن کا اصلی نام مرزا کاظم ہے۔ ان کی ولادت لکھنو میں ہوئی اور نواب صفدر جنگ سے خطاب مردان علی خاں ملا۔ کتب ضروری مولوی وجیہہ الدین نظام آبادی سے پڑھیں نحو اور فقہ میں استعداد کامل حاصل کی۔ خط نستعلیق و نسخ خوب لکھتے تھے۔ خوش فکر شاعر تھے اور تلاش فکر اچھی تھی۔ شاعری میں بھی مولوی موصوف سے اصلاح لیتے تھے۔ اکثر لوگوں کی صحبت میں اور خاص کر شعرا میں شیخ عبدالرضا متین کے ساتھ رہتے تھے اور ایک تذکرہ شعرا موسوم بہ "نظم معانی" تالیف کیا۔ اور بارہویں صدی کے اواخر میں انتقال ہوا۔

۴۰۔ محب

میر غلام نبی محب بلگرامی آغاز شباب ہی سے شاعری شروع کی: شعرائے قدیم و جدید کے دواوین پڑھنے کا شوق ہوا اور موزونی طبع کے باعث شعر کہنے لگے۔ اور مضامین برجستہ کی تلاش میں لگے رہے اور اس دور کے اچھے شاعر مثلاً شیخ عبدالرضا متین صفاہانی اور آقا عبدالعلی سے ربط پیدا کیا

چونکہ شجاعت خاندان سے وارثتاً ملی تھی اکثر معرکوں میں مردانہ وار لڑے
اور دشمنوں کو شکست دی۔ نوکری کی تلاش میں بنگالہ کی طرف گئے۔
زمانہ بساز گار نہ ہوا وہاں سے پلٹے اور وزیر الممالک نواب صفدر جنگ
کے ملازمین میں شامل ہوگئے۔ جب نواب وزیر نے پٹھانوں کی سرکوبی
کے لئے تیسری مرتبہ لشکر کشی کی اور کوہ ملاریہ کے دامن میں جنگ کی
نوبت آئی تو میر موصوف عین جنگ میں بندوق کی گولی سے زخمی ہوکر
سنہ ۱۱۶۵ھ میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔

۱۴۱۔ مخلص

رائے رایاں آنند رام مخلصؔ۔ چھتری قوم سے ہیں جو زمانہ دراز سے ہندوستان میں سلطنت
کرتے چلے آئے ہیں ان کا وطن اصلی سودھرا متعلقات لاہور ہے۔
شاہجہاں آباد میں رہتے تھے۔ ہند کا دستور ہے کہ دربار شاہی
میں امیروں کی طرف سے وکلاء مقرر ہوتے تھے۔ مخلص دربار شاہی میں
اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وزیر محمد شاہ اور سیف الدولہ عبد الصمد
خاں ناظم لاہور اور ملتان کی طرف سے وکالت پر مامور تھے اور رائے رایان
کے خطاب سے سرفراز تھے۔ طبع موزوں کے ساتھ مضامین
تازہ کی ادا بندی بھی ہے۔ کلام درد انگیز اور با فصاحت ہوتا
ہے خان آرزو نے مجمع النفائس میں لکھا ہے کہ شاہجہاں
آباد میں میرا قیام مخلص کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ تیس سال
سے آج تک دوستی اور محبت میں فرق نہیں آیا۔ جوانی میں وہ

مرزا عبدالقادر بیدل کے شاگرد تھے اس کے بعد مجھکو اپنا کلام دکھلاتے ہیں۔ الغرض اس دور میں منتخب روزگار ہیں۔ اور سنہ ۱۱۴۰ھ[1] میں انتقال کیا۔

۴۲ - مصحفی | غلام ہمدانی وطن اصلی قصبہ امروہہ متعلقات مراد آباد جوانی میں شاہجہان آباد آئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ ایک مدت تک عزت کے ساتھ وہاں رہے اُس کے بعد لکھنو آئے اور تادم حیات حسن وخوبی کے ساتھ زندگی گزاردی۔ زبان ریختہ کے پُرگو شاعر اور کثیرالکلام ہیں اور فنون نظم کی مہارت میں اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں۔ چھ دیوان اور دو تذکرے زبان ریختہ کے مرتب کئے اور ایک دیوان اور ایک مختصر تذکرہ فارسی زبان میں مرتب کیا اور سنہ ۱۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔

۴۳ - معیب | شیخ غلام قطب الدین معیب تخلص، خلف شیخ محمد فاخر زائر الہ آبادی اپنے والد اور دوسرے علمائے عصر سے علم حاصل کیا اور اپنے والد ہی سے مرید ہوئے۔ نظم پردازی میں طبع بلند رکھتے تھے۔ وطن سے روانہ ہوکر زیارت حرمین شریفین کے لئے گئے۔ بعد فراغت حج مدینہ منورہ جاکر سنہ ۱۱۸۷ھ میں انتقال کیا۔

لہ یہ سنہ غلط ہے۔ وفات سنہ ۱۱۶۲ھ میں ہوئی (د ج)

۴۴۴۔ مظہر

مرزا مظہر جان جاناں، طریقت وحقیقت سے بہرہ ور فقر وقناعت سے بہایت استقلال کے ساتھ توکل کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ خلائق کی تعلیم وتربیت ظاہری وباطنی میں مشغول رہتے تھے اور مستعدین کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے۔ شاعری میں بلند فکر، تیز پرواز اور طبیعت لطافت پسند رکھتے تھے۔ انہوں نے خود اپنا ترجمہ جو آزاد بلگرامی کی فرمائش پہ لکھکر بھیجا تھا وہ اس طرح ہے " فقیر جان جاناں، مظہر، تخلص، مرزا جان جانی تخلص کا بیٹا نسبتاً علوی مولداً ہندی، مذہباً حنفی، مشرباً نقشبندی ہے۔ بارہ سو ہجری کے عشرۂ اولیٰ میں ولادت ہوئی اکبرآباد میں نشوونما پائی۔ باطنی تربیت شاہجہاں آباد میں حضرت سید نور محمد بدوانی نقشبندی مجددی سے ہوئی سلسلۂ نسب اٹھائیس[۲۸] واسطوں سے محمد بن حنیف کے توسط سے حضرت علی مرتضیٰ تک منتہی ہوتا ہے۔ میرے جد اعلیٰ امیر کمال الدین ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں طائف سے ترکستان آئے، اور وہاں کے بعض علاقوں میں حکمرانی کی اور کثیر الاولاد تھے ان میں سے امیر مجنوں اور امیر بابا ہمایوں کے ہندوستان فتح کرنے کے وقت یہاں آئے۔ اور اس وقت سے سلاطین گورکانی کی خدمت اور رفاقت اس خاندان کے افراد کا شعار رہا ہے۔ مرزا جان مذکور امیر بابا سے چھٹے واسطے میں اور امیر کمال الدین سے بارہویں واسطے میں ہیں۔ عالمگیر کے عہد حکومت میں ترک دنیا اختیار کی۔

اور اس خاکسار کو لڑکپن ہی سے مال وجاہ سے بے نیازی رہی۔ ضروری علوم حاصل کرنے کے بعد فقیر نے بزرگان دین کی خدمت میں حاضر ہو کر نقشِ قدم کی طرح بیٹھ گیا تاکہ عالمِ باطن کا دروازہ کھل جائے۔ دماغ اتنا نازک ہو گیا ہے کہ دنیوی اسباب اور تدبیر معاش کی تاب نہیں لاتا۔ طبیعت تنہائی پسند ہو گئی ہے اور کسی کم رتبہ کے دستر خوان کی طرف رخ بھی نہیں کرتا۔ خمیر میں عشق کی چاشنی اس درجہ ہے کہ کبھی کبھی لب فریاد وا ہو جاتا ہے۔ احباب اسکو اشعار سمجھتے ہیں ورنہ میں نے اپنی بے مائگی کی وجہ سے کبھی شاعری کا دعوی نہیں کیا۔ بس اسیقدر ہے کہ بزرگوں کا نظر یافتہ ہوں اسلئے کلام نے حسن قبول پایا ہے خدا خاتمہ بھی بخیر کرے۔"

مرزا اکثر شب بیداری کرتے۔ جب ایک شب تہجد کے ارادہ سے اٹھے تو کسی ناہنجار نے سینہ میں گولی ماردی۔ تین دن کے بعد اسی زخم سے عاشورہ کے دن ۱۱۹۵ھ میں جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ اور اپنے ہی صحن خانہ میں مدفون ہوئے۔ قاتلوں کی ہر چند تلاش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔

۴۵۔ منت

میر قمر الدین وطن اصلی مشہد مقدس ہے اور وہ سید عبداللہ شہدی معروف بہ امام ناصر الدین سونی پتی کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے۔ شعور حاصل کرنے کے بعد علوم و فنون سے بہرہ ور ہوئے اولا مولانا فخر الدین رح سے

بیعت ہوئے۔ مختلف اصناف سخن میں قدرت کامل رکھتے تھے
قریب پچاس ہزار اشعار ان سے یادگار ہیں لکھنو آنے کے بعد وہاں کے اُمراء کی تعریف میں قصیدہ لکھ کر گرانمایہ صلے حاصل کیے اور راجہ تکیت رائے مدار المہام سرکار نواب آصف الدولہ کی مصاحبت میں رہے پھر کلکتہ گئے اور وہاں کے گورنر جنرل سے ملک الشعراء کا خطاب ملا۔ پھر حیدرآباد جاکر نواب نظام علی خاں بہادر کی سرکار سے دس ہزار روپیہ نقد و جنس ملے پھر کلکتہ واپس آئے اور ۴۹ سال کی عمر میں ۱۲۰۸ھ میں انتقال کیا۔

۴۶ - موسوی

معز الدین محمد موسوی خاں سادات رضوی اور خاندان مرتضوی سے اور میر محمد زمان مشہدی کے نواسے تھے۔ آغاز شعور ہی سے تحصیل علوم میں لگ گئے اور اپنے وطن ہی میں ابتدائی کتابیں ختم کر لیں۔ جوانی میں اپنے والد مرزا فخر الدین بخشی کے ساتھ اصفہان آئے۔ اور دو سال تک آقا حسین خانساری کے شاگرد رہے اور علوم عقلی اور نقلی میں پوری استعداد حاصل کی اگرچہ شعر و شاعری اُن کی نظر میں مرتبے سے کم تھی جیسا کہ خود کہتے ہیں ؎

من مرغِ خوش ترانہ باغ فضیلتم
طبع مرا بزمزمۂ شاعری چہ کار

پھر بھی ہر قسم کی نظم نگاری میں ان کی طبیعت بلند ہے اور ان کا کلام

کیا نظم کیا نثر فصاحت و بلاغت سے آراستہ ہے۔ مختصر یہ کہ بلند پایہ فاضل ہیں اور گراں مایہ ناظم۔ الغرض سنہ ۱۰۸۲ھ میں ہندوستان آئے۔ عالمگیر بادشاہ نے ان کے کمالات اور شرافت خاندانی کا خیال کرتے ہوئے ان کو نوازا اور شاہ نواز خاں صفوی کی لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کرادی۔ اپنی ذاتی صلاحیت کی بناء پر سربلندی حاصل کی اور پہلے عظیم آباد کی دیوانی پر مامور ہوئے لیکن وہاں کے ناظم بزرگ اُمید خاں سے جو خود بھی عالی خاندان تھا اور مغرور بھی تھا نہ بنی یہ بھی اپنے فضل و کمال اور تقرب شاہی کی وجہ سے اس سے کبھی نہ دبے یہاں تک کہ یہ بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچی اور بادشاہ نے انہیں اپنے پاس بلالیا۔ اور موسوی خاں خطاب دیا اور دیوانی تن پر مامور کیا۔ اور پھر اس کے بعد پورے ملک دکن کا دیوان بنا دیا۔ پہلے فطرت تخلص کرتے تھے۔ اسکے بعد، موسوی، تخلص اختیار کیا۔ اور خطاب بھی تخلص ہی کی بناء پر ملا سنہ ۱۱۰۱ھ میں انتقال کیا۔

۴۷ - مہربان

مولوی شاہ عبدالقادر مہربان فخری۔

وطن اصلی نیشاپور سادات نقویہ سے ہیں۔ ان کے اسلاف میں سے کوئی ایک قصبہ کسنتور متعلقہ دارالحکومت لکھنؤ میں وارد ہوئے اور کئی پشت تک وہیں سکونت رہی۔ ان کے والد سید شریف الدین خاں جو نامور عالم

اور عارفِ زمانہ تھے اورنگ آباد دکن میں آکر سکونت اختیار کرلی اور بلدہ روضہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ فخری ۱۱۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ رشد و تمیز کے حصول کے بعد لڑکپن ہی میں کلام مجید حفظ کیا اسکے بعد علوم کے حصول میں لگ گئے۔ ذہن کی تیزی اور طبیعت کی جولانی سے فارسی اور عربی کی درسی کتابیں اور علوم عقلی و نقلی وغیرہ بڑی تن دہی سے حاصل کئے اسکے بعد درس و تدریس کے مشغلہ میں منہمک ہوئے اور مطالعہ کتب تفسیر و حدیث و تصوف وغیرہ میں مصروف رہے یہاں تک کہ کل علوم و فنون میں برتری حاصل کی۔ یہ خود اپنے والد سے جو مولانا شاہ فخرالدین دہلوی سہروردی چشتی کے خلیفہ تھے، مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ پھر بغیر اپنے والد کی وساطت کے اپنے ماموں مولانا ممدوح سے خلافت حاصل کی۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد روضہ کے منصب قضا پر فائز ہوئے۔ شاہ فخرالدین اورنگ آبادی کی صحبت میں بھی رہے اور مرتبہ کمال حاصل کرنے کے بعد طریقۂ عالیہ قادریہ اور دوسرے طریقوں کا خرقۂ خلافت ان کو ذات مبارک سے حاصل کیا۔ موزونیٔ طبع کے باعث کبھی کبھی شعر گوئی کی طرف بھی مائل ہوتے اور مشق سخن میر آزاد بلگرامی سے کرتے۔ تخلص کبھی

تو مہربان اور کبھی فخری کرتے ان کا کلام بکبیر فصاحت
سے بھرا ہوا ہے اور ان کے اشعار آبدار سر تا سر بلاغت
سے لبریز۔ آپ کی ذات والا صفات فضل وکمال
اور وجد و حال کی آئینہ دار تھی۔ ایک مدت تک
ہدایت وارشاد کے سجادہ پر بیٹھے اور طالبان حق
کی تعلیم وتربیت کرتے رہے۔ بارہویں صدی کے آخری حصہ
میں مدراس چلے آئے اور وہاں کے باشندوں کو علوم ظاہری و
باطنی سے فیض یاب کیا۔ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ ان کے مرتبہ کی
بلندی کا لحاظ کرتے ہوئے بڑی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور از روئے اعتقاد
آپ کے ساتھ ہمیشہ مناسب مراعات روا رکھتے تھے۔ آخر کار سنہ ۱۲۰۴ھ
میں رحلت فرمائی اور اپنی خانقاہ میں جو میلا پور متعلقہ مدراس
میں ہے مدفون ہوئے۔ صاحب دیوان فارسی ہیں علم تصوف میں آپ کی
بہت سی تصانیف ہیں۔

۴۸۔ میر | محمد تقی تخلص میر خان آرزو کے بھانجے۔ ریختہ گوئی
میں اپنے عہد میں بے نظیر تھے۔ کلام شیریں کہتے
اور فصاحت اور بلاغت میں مشہور تھے۔ پہلے دہلی آئے اور
بڑی عزت سے زندگی بسر کی۔ اسکے بعد لکھنؤ گئے اور وزیر الممالک
آصف الدولہ کی سرکار سے متوسل ہو کر گذر اوقات کی صورت ہوئی
ہر چند میر کو ریختہ سے شغف تھا چنانچہ ریختہ کے چھ دواوین

مختلف اقسام سخن پر ترتیب دیئے اس کے ساتھ فارسی میں دستگاہ تھی اور ایک دیوان فارسی دو ہزار اشعار پر مشتمل یادگار چھوڑا تیرہویں صدی کے اوائل میں انتقال کیا۔

حرف و

۴۹۔ واسطی (اٹل) والامقام میر عبدالجلیل حسینی واسطی بلگرامی سنہ ۱۰۷۱ھ میں پیدا ہوئے سن تمیز کو پہونچے تو بعض علماء و فضلاء زمانہ سے کتب درسی پڑھنے کے بعد بقیہ علوم عقلی و نقلی پوری استعداد کے ساتھ حاصل کئے اور سید مبارک بلگرامی جو شیخ نورالحق ابن شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی کے تلامذہ میں تھے ان سے سند علم حدیث لی۔ اس کے علاوہ عربی و فارسی کے مختلف علوم و فنون اور فن موسیقی میں تعلیم حاصل کی اور مہارت پیدا کی۔ قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ ان کے اوصاف بیان کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے وقت کے ممتاز صاحب کمالات تھے اور علوم و فنون کا بازار ان کی ذہانت سے گرم تھا۔ کبھی کبھی تفنن طبع کے لئے شعر کہنے کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور عربی، فارسی، ترکی، اور ہندی زبان میں اپنے اشعار آبدار سے موتی پروتے تھے۔ جس زمانہ میں کہ عالمگیر بادشاہ نے دکن کے مشہور قلعہ ستارہ کو فتح کیا میر صاحب نے ایک روز میں مختلف زبانوں میں متعدد تواریخ رقم کی اور بادشاہ کو گذرانی اور

خاطر خواہ صلہ پایا۔ منجملہ ان تاریخوں کے ایک تاریخ میں یہ جدّت دکھلائی کہ انگوٹھے کو چھوڑ کر چار انگلیوں نے اشارتاً سال فتح یعنی ۱۱۱۱ھ ظاہر کیا۔ آپ کی وفات ۱۱۳۱ھ میں شاہجہان آباد میں ہوئی۔ نعش بلگرام لائی گئی اور محمود باغ میں دفن کر دی گئی۔

۵۰ - واقف

شیخ نور الدین[1] واقف۔ اصل وطن قصبہ بٹالہ توابع لاہور۔ قریب تیس کوس پورب میں واقع ہے۔ اس قصبہ کا عہدہ قضا ایک زمانہ قدیم سے ان کے اسلاف سے متعلق تھا۔ ان کے والد قاضی امانت اللہ بھی اسی عہدہ پر تھے واقف نے ابتدا میں علوم ضروری حاصل کر کے شاعری شروع کی۔ ان کی طبع نقاد اور ذہن رسا نے شاعری میں داد سخن دی۔ ان کے آبدار اشعار موتی کی مانند کرتے تھے۔ ان کی نازک خیالی نے باغ گفتار کی نئے طریقے سے رنگ آمیزی کی۔ کلام میں سوز وگداز ہے۔ ان کے افکار بنیظر فصاحت اور بلاغت سے مملو۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی ذات باصفات میں لذت عرفانی جیسا کہ چاہیے پائی جاتی تھی۔ پسندیدہ روشن کے ساتھ اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے تھے۔ ان میں اور شاہ عبد الحکیم حاکم میں قلبی دوستی تھی۔ دونوں ایک ساتھ پنجاب سے دکن کی سیاحت کے لیے

---

[1] نور العین۔

نکلے اور اورنگ آباد پہنچے اور چند دن قیام کے بعد سورت کی طرف روانہ ہوئے۔ حاکم وہاں سے کشتی پر سوار ہو کر حرمین شریفین کی زیارت کو گئے مگر واقف بہ سبب کمزوری اور کثرت امراض دریا کے سفر کی مشقت برداشت نہیں کر سکتے تھے سورت ہی میں ٹھہر گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ اس محرومی کا اظہار کیا ہے کہ لوث دنیوی کے باعث سفر حجاز اور زیارت مقامات معلیٰ سے جو پاکیزہ اور مقدس ہیں محروم رہا۔ استاد کا یہ شعر اپنے حسب حال پایا ؎

گرچہ جاں بے تو بلب نزدیک است
دور بودن بادب نزدیک است

ہر چند عوام اور بعض خواص نے بھی مجھ پر طعنہ زنی کی کہ حرماں کے کیچڑ میں پھنسے رہے لیکن اذا نہم جانتے ہیں کہ ادب کا سر رشتہ میں نے ملحوظ رکھا اور اپنے کو محض نالائق سمجھتے ہوئے دور ہی سے دونوں مقدس آستانوں پر اشک نیاز مندی کے موتی نثار کئے۔ الغرض حاکم کے سفر حجاز سے لوٹنے کے بعد دونوں ساتھ ساتھ اورنگ آباد پہنچے۔ کچھ دنوں کے بعد ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور آخر کار دور دراز کی منزلیں طے کر کے وطن واپس آئے اور ۱۱۹۵ھ میں انتقال کر گئے۔

۵۱ - والہ علی قلی خاں عرف والہ داغستانی۔ انکا سلسلہ نسب عباس رضؓ عم رسول اللہ تک منتہی ہوتا ہے۔ خود کہتے ہیں ؎

وارد ز زلف کسوت عباسیاں بہ بر

از دودمان ماست رخ دلستان ما

ان کے جد اعلی ہنگامہ چنگیزی میں داغستان پہنچے۔ وہاں کے رہنے والے فرقہ لزگی سے تھے۔ ان لوگوں نے ان کو بہت عزیز رکھا اور اپنا سردار بنا دیا۔ ان کے پردادا انخاص مرزا شاہ صفی صفوی کے زمانہ میں وہاں سے روانہ ہو کر پائے تخت سلطنت میں پہنچکر عنایات شاہی اور خطاب صفی قلی خاں سے سرفراز ہوئے۔ ان کے لڑکوں میں ایک کا نام فتح علی خاں تھا جو سلطان حسین مرزا کی وزارت پر سرفراز ہوئے دوسرے لڑکے میر علی خاں تھے۔ ان کے چار بیٹے ہوئے۔ سب سے چھوٹے بیٹے کا نام محمد علی خاں تھا جو علی قلی خاں کے والد تھے۔ الغرض انخاص مرزا کی ہر ایک اولاد نے بڑی ترقیاں کیں اور بڑی عزت کے ساتھ مختلف خدمات پر مامور رہیں۔ علی قلی خاں اصفہان میں سنہ ۱۱۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ جب اعتماد الدولہ فتح علی خاں وزارت سے معزول کر کے نابینا کر دیے گئے تو ان کے سارے خویش واقارب خدمات و مصاحبت سے معزول کر دیے گئے۔ اور اس خاندان میں بڑی تباہی آئی۔ سنہ ۱۱۳۴ھ میں محمود خاں افغانی قندہاری نے اصفہان کا محاصرہ کیا اور اس پر قابض ہو گیا اور سلطان حسین مرزا کا کام تمام کر دیا۔ سات سال کے قریب افاغنہ عراق اور فارس پر حکمراں رہے اور وہاں کے باشندے بڑی آفتوں میں مبتلا رہے۔ سنہ ۱۱۴۲ھ میں اصفہان اور دوسرے

ممالک افغانوں کے قبضہ سے نکل گئے۔ شاہ طہماسپ پسر سلطان حسین مرزا جو اصفہان کے محاصرہ کے وقت اپنے والد کے اشارہ پر امدادی فوج لانے کے لئے آذربائجان گئے ہوئے تھے اپنے والد کی زندگی ہی میں قزوین کی سلطنت پر بیٹھے۔ اس زمانہ میں علی قلی خاں بارگاہ شاہی میں مقبول تھے۔ دو سال کے بعد جب نادر شاہ نے شاہ طہماسپ کو معزول کر کے خود سلطنت کے امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تو علی قلی خاں کچھ دنوں کے لئے اصفہان میں گوشہ نشین ہو گئے اسی عرصہ میں وہ دردناک حادثہ فراق مابین علی قلی خاں و خدیجہ سلطان جو اسکی چچازاد بہن تھی اور اسی کے ساتھ منسوب تھی، رونما ہوا۔ نادر شاہ خدیجہ سلطان کو جبراً بھگا لے گیا۔ جب اول الذکر قتل ہوا تو اس سے محمد صالح خاں نے اور اسکے بعد پھر مرزا احمد وزیر اعظم ابراہیم شاہ نے عقد کر لیا (جیسا کہ خدیجہ سلطان کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔) اس واقعہ سے متاثر ہو کر علی قلی خاں نے ہندوستان کا رخ کیا اور شاہجہاں آباد پہنچا۔ علی قلی خاں بڑا عالی دماغ تھا اور ہمیشہ ترقی کے منازل طے کرنے کا خیال رکھتا تھا۔ آخر روشن الدولہ اور برہان الملک نواب سعادت کے سفارشی خط کے ذریعہ محمد شاہ بادشاہ کے دربار تک رسائی ہوئی۔ منصب چہار ہزاری اور خطاب ظفر جنگ اور خان بہادر سے سرفرازی حاصل کی۔ ۱۱۶۰ھ میں صفدر جنگ کی رفاقت میں شاہجہاں آباد سے صوبہ اودھ آئے اور عالمگیر ثانی کے عہد میں نواب شجاع الدولہ بن

صفدر جنگ کی سرکار میں اہم امور کی کارگذاری پر سفیر کی حیثیت سے اودھ سے شاہجہاں آباد آئے اور عماد الملک وزیر پسر امیر الامراء فیروز جنگ پسر نواب آصف جاہ کی وساطت سے ہفت ہزاری منصب پر ترقی ہوئی۔ اور مرتے دم تک ہندوستان میں امیرانہ زندگی بسر کی۔ اور خدیجہ سلطان کی مفارقت کے سوا دل میں اور کسی قسم کا رنج والم نہ تھا۔ فن نظم میں فصاحت وبلاغت بدرجہ اتم ہے۔ طبع شریف جواہر معانی کا گنجینہ اور فکر لطیف خوش بیانی کا گنجینہ ہے۔ نظم مضامین تازہ کی ادا بندی سے دل پذیر اور نثر پاکیزہ عبارت آرائی میں بے نظیر۔ چونکہ ان کا کلام اکثر و بیشتر دلی واردات کا آئینہ ہے اس لئے دردمندوں کے زخم پر نمک پاشی کا کام کرتا ہے اور ان کی شیریں گفتاری بلند طبعوں کے لیے روح افزا ہوتی ہے۔ ان کی تصانیف میں ایک دیوان (فارسی) رنگین مضامین سے بھرا ہوا اور ایک تذکرہ (شعرائے فارسی) بنام ریاض الشعرا سخن سنجوں کی آنکھوں کے لئے روشنی بخش ہے۔ بالآخر ۱۱۷۰ھ میں شاہجہاں آباد میں رحلت ہوئی۔

تعلیقات

۱۔ آرزو | ولادت ۱۰۹۹ھ میں ہوئی مادہ تاریخ "نزل غیب" ہے۔ ان کا تذکرہ مجمع النفائس فارسی شعرا کے حالات پر مشتمل ہے جسکو غلطی سے اردو شعرا کا تذکرہ سمجھا گیا۔ اسکی تالیف ۱۱۶۴ھ میں ہوئی۔ اس میں بہت سے شعرا ذو لسانین ہیں۔ اُن شعرا کے تراجم جو ریختہ بھی کہتے تھے۔ انشاءاللہ مرتب ہوکر جلد ہی پیش کئے جائینگے۔ یہ میر تقی میر کے سوتیلے ماموں تھے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۱۶۹ھ کو وفات ہوئی۔

۲۔ آزاد | فارسی اور عربی کے مستند شاعر تھے۔ فارسی شعرا کے تین تذکرے ید بیضا، خزانۂ عامرہ اور سرو آزاد لکھے۔ ان میں ایسے شعرا کا بھی ترجمہ ہے جو ریختہ بھی کہتے تھے۔ خود آزاد حقیقتاً اردو کے شاعر نہ تھے۔ احیاناً کچھ اشعار کہے ہوں تو عجب نہیں۔ کچھ اشعار ان سے منسوب ہیں۔

۳۔ آصف جاہ | فی الحقیقت فارسی کے شاعر تھے، بیدل کے شاگرد تھے، دو چار ریختہ کے اشعار ان سے منسوب ہیں۔

۴۔ آفتاب | یہ بھی حقیقتاً ریختہ کے شاعر نہ تھے۔ مگر اکثر اشعار ان کے نام سے منسوب ہیں۔

۵۔ آگاہ ۔ ریختہ کہنے کا ثبوت نہ ملا۔ امکان ہے۔

٦۔ افضل | ان کی بکٹ کہانی مشہور ہے۔ وفات ۱۰۳۵ھ ۔

۷۔ امداد | ریختہ بھی کہتے تھے (ریاض حسینی)

۸۔ امید ۔ بعض تذکروں میں وفات ۱۱۶۰ھ مگر ۱۱۵۹ھ صحیح ۔

۹۔ انجام ۔ شہادت ۲۳ ذی الحجہ ۱۱۵۹ھ ۔

۱۰۔ انصاف ریختہ بھی کہتے تھے (گل عجائب)

۱۱۔ ایجاد فارسی کے شاعر تھے مگر ریختہ بھی کہتے تھے (گل عجائب)

۱۲۔ بیدل ریختہ کا صرف دو شعر جو مشہور ہے اسکے علاوہ اور کوئی شعر نہیں ملتا۔ ولادت ۱۰۵۴ھ (انتخاب) مزید حالات اور کلام کے انتخاب کے لئے دیکھئے راقم کی کتاب "حیرت زار"

۱۳۔ پیام اردو کے صاحب دیوان تھے۔ وفات میں اختلاف ۔

(خوشگو) ۱۱۶۶ھ (سفینہ ہندی) ۲ محرم ۱۱۵۱ھ

(مراۃ الاصطلاح) آخری روایت معتبر ہے۔

۱۴۔ جرأت گل عجائب میں ذکر ہے مگر اشعار نہیں ہیں۔

۱۵۔ حشمت ان کا واسوخت مشہور ہے۔ اچانک انتقال ہوا۔

۱۶۔ خسرو تذکروں میں ریختہ گو کی حیثیت سے ذکر ہے۔ کلام مشتبہ ہے۔

۱۷۔ خورشید ریختہ کا کلام نظر سے نہیں گذرا۔ امکان ہے کہتے ہوں

۱۸۔ درد موسیقی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کا اردو دیوان مطبع کبیری سہسرام (بہار) میں بھی چھپا ہے جو قدیم ہے۔ ولادت ۱۱۳۳ھ

دردمند ان کا ساقی نامہ مشہور ہے۔ اردو دیوان مرتب نہ ہوا۔
وفات مرشد آباد میں سنہ ۱۱۷۶ھ میں ہوئی (گلشن ہند) سنہ ۱۱۷۳ھ (صحف ابراہیم)
تذکرہ یوسف علی خاں ۱۱۷۹ھ
۲۰۔ ذکا فارسی کے شاعر تھے۔ ریختہ کا کلام گل عجائب میں ہے۔
۲۱۔ ذوقی اصل تذکرہ میں ان کا ذکر حرف "واؤ" میں ہے۔ ان کا
تخلص ہندی میں ذوقی تھا (سرو) بھاکا لکھتے تھے۔
۲۲۔ راغب وفات ۱۲۱۷ھ۔ فارسی کے علاوہ اردو کے دواوین بھی
ہیں۔ تذکروں میں نام محمد جعفر خاں مگر دیوان میں کاتب نے جعفر علی خاں لکھا ہے۔
۲۳۔ رسا۔ ریختہ کا کلام نظر سے نہیں گذرا۔
۲۴۔ سودا۔ خوش معرکہ زیبا میں ایک مجذوب کے قول کے مطابق سودا کی عمر
تخلص کے اعداد (۱) کے برابر ہے۔ اس حساب سے ولادت سنہ ۱۱۲۴ھ میں ہونی چاہیے
یہ روایت مجہول ہے۔
۲۵۔ شاعر فارسی کے ممتاز شاعر۔ ریختہ بھی کہتے تھے (چمنستان شعرا)
۲۶۔ شفیق اردو میں تخلص صاحب اردو شعرا کا تذکرہ "چمنستان شعرا" کے نام
سے ہے۔
۲۷۔ شہید۔ فارسی کے شاعر تھے۔ ریختہ بھی کہتے تھے (گل عجائب)
۲۸۔ صالح اصل کتاب میں صافی تخلص، غلط ہے۔ سودا اور ابراہیم
خاں خلیل کے دوستوں میں تھے۔ مطبوعہ نسخہ گلزار میں سنہ وفات
کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ ریختہ کم کہتے تھے۔

۲۹۔ صمصام ۔ خواجہ عاصم مخاطب بہ اشرف خاں ۔۱۹ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو زخمی ہو کر وفات پا گئے ۔ ان کا تخلص عاصم تھا ۔

۳۰۔ عاجز ۔ ریختہ کا کلام گل عجائب میں ہے اور تحفۃ الشعرا میں بھی ۔

۳۱۔ عارف ۔ سروآزاد میں ہے کہ ہندی میں کہتے تھے ۔ ریختہ بھی کہتے ہوں گے ۔ کلام نہیں ملا ۔

۳۲۔ عزلت ۔ ولادت ۱۱۰۴ھ وارد دہلی ۱۱۶۴ھ دیوان بمبئی سے شائع ہو گیا ہے ۔

۳۳۔ غلام ۔ تخلص نبی بھی تھا ۔ (گلشن سخن) بھاکا کے زبردست شاعر تھے ۔

۳۴۔ فقیر ۔ گل رعنا میں سال وفات ۱۱۸۳ھ ۔

۳۵۔ قایم ۔ ولادت تخمیناً ۱۱۳۵ھ ۔ پہلے ہدایت کے شاگرد ہوئے ۔ پھر درد کے اسکے بعد سودا کے ۔ وفات ۱۲۰۸ھ ان کا تذکرہ مخزن نکات پہلے انجمن سے شایع ہوا تھا جو ناقص ہے ابھی حال میں اسکا اچھا ایڈیشن انڈیا آفس ۔ کے نسخہ پر مبنی اقتدا حسن صاحب نے شایع کیا ۔

۳۶۔ قتیل ۔ فارسی کے شاعر تھے ۔ ریختہ کے بھی اشعار ملتے ہیں ۔

۳۷۔ گرامی ۔ فارسی کے شاعر ۔ ایک شعر ریختہ کا جو ان کے نام تذکروں میں ہے وہ ان کے والد قبول سے بھی منسوب ہے ۔

۳۸۔ گلشن ـــ فارسی کے شاعر۔ روایت ہے کہ ایک شعر یا پوری غزل کہکر ولی دکنی کو دیدی۔

۳۹۔ مبتلا ـــ تعجب ہے کہ ان کے تذکرہ شعرا (گلشن سخن) کا ذکر معاصر تذکروں میں نہیں ملتا۔ اس تذکرہ کو مسعود حسن صاحب ادیب نے انجمن اردو علی گڈھ سے شائع کیا ہے۔ یہ قریب قریب گلزار ابراہیم کا چربہ ہے، دونوں تذکرے "گلشن و گلزار" کے نام سے عنقریب مرتب کرکے شائع کر رہا ہوں مبتلا ۱۱۴۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد نے پٹنہ میں انتقال کیا اور درگاہ شاہ ارزاں میں مدفون ہوئے۔

۴۰۔ محب۔ ریختہ کا کلام نظر سے نہیں گذرا۔

۴۱۔ مخلص ـــ اگلے تذکروں میں انکا صرف دو ایک شعر ریختہ کا ملتا ہے۔ مگر جدید تحقیق کے مطابق ان کے ۲۳ شعر ریختہ کے ملتے ہیں۔ (معاصر ۱)

۴۲۔ مصحفی ـــ اردو کے آٹھ دواوین ہیں۔ وفات ۱۲۴۰ھ محقق ہے۔

۴۳۔ مصیب ـــ شاہ خوب اللہ کے پوتے۔ تفصیلی حالات مسرت افزا میں۔ گلشن سخن مطبوعہ انجمن علی گڈھ میں جو ان کا تخلص ہر جگہ مصیبت لکھا ہے وہ غلط ہے۔

۴۴۔ منظر۔ اصلی نام جان جاں تھا۔ وہ کثرت استعمال سے جا بجانان ہوگیا۔ فن شعر ہندی میر غلام نبی بلگرامی سے حاصل کیا (سرو آزاد)

۴۵۔ منت۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ لطف نے ۱۲۰۶ھ اور مصحفی نے ۱۲۱۰ھ لکھا۔ صحیح تاریخ ۱۲۰۸ھ ہے۔ لفظ "غریب" مادہ

ہے فارسی میں فقیر سے اور اردو میں قائم سے تلمذ تھا۔

۴۶ ۔ موسوی ۔ ان کا تخلص فطرت کے علاوہ معجز بھی تھا۔ ولادت ۱۰۵۰ھ ۔ ریختہ کا ایک ہی شعر ان سے منسوب ہے۔

۴۷ ۔ مہربان ۔ یہ فارسی کے شاعر تھے۔ گل عجائب میں ریختہ کا کلام بھی ملتا ہے۔

۴۸ ۔ میر ۔ میر سید نہ تھے (مسرت افزا) ولادت ۱۱۳۵ھ وفات ۲۱ شعبان روز جمعہ ۱۲۲۵ھ ۔ میر اور سودا لکھنؤ میں یکجا کبھی نہ ہوئے وفات سودا ۱۱۹۵ھ ورود میر لکھنؤ میں ۱۱۹۶ھ۔

۴۹ ۔ واسطی فارسی کے جید شاعر تھے گویا اپنے عہد کے امیر خسرو تھے۔ ریختہ میں ان کا کلام ہزل کا ملتا ہے اور جعفر زٹلی کے طرز پر تخلص اٹل۔

۵۰ ۔ واقف ۔ ریختہ میں بھی کہتے تھے (چمنستان شعرا گل عجائب)

۵۱ ۔ والہ ۔ ان کی لڑکی گنا بیگم (نوسیری) اردو کی شاعرہ تھی قاضی عبدالودود صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کی نظر سے والہ کے چند اردو اشعار کلیات فارسی میں گزرے تھے اسکی تصدیق عبدالغفار صاحب لکچرار بھاگل پور یونیورسٹی سے بھی ہوئی انہوں نے رضا لائبریری کے کلیات فارسی میں والہ کے اردو اشعار دیکھے ہیں۔